ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
15 تا 21 جون 2006ء
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

رہے نام اللہ کا!
سورۃ التغابن
مباحث ایمان کے ضمن میں قرآن کی جامع سورت
فحاشی و عریانی کا سیلاب
اسلامیات کا 'بوجھ' اُتار پھینکا گیا
بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ
بجٹ پر ایک نظر
سٹیل ملز کی نجکاری یا کھلی بدعنوانی
وائلڈ لائف پارک
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں
تفہیم المسائل
عالم اسلام

''علوم جدیدہ کو ''مسلمان'' بنایا جائے''

تہذیب جدید کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب اس کے متضاد فلسفے ہیں۔ جن کو ہٹائے بغیر معاشرے کا سُدھار نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ کام ہو تو کیوں کر؟ یہ ایک بہت اہم سوال ہے' اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ جدید علوم و فنون کو مادہ پرستوں اور دہریوں کے قبضے سے نکال نہ لیا جائے۔ بالفاظ دیگر ان غلط فلسفوں اور گمراہ کُن ازموں کا صحیح مقابلہ اور استیصال کرنے اور صحیح نتائج پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے علومِ سائنس اور علومِ جدیدہ کو ''مسلمان'' بنایا جائے' اور ان کی تشریح و توجیہہ خدا پرستانہ نقطۂ نظر سے اس طرح کی جائے کہ انسان اور کائنات کے تعلق سے تمام طبیعی اور مابعد الطبیعی مسائل حل ہو جائیں' اور اس سے موجودہ عقلی و استدلالی ذہن مطمئن ہو جائے۔ اس عظیم اور تجدیدی عمل کے ذریعہ مادیت کے تمام قلعے مسمار ہو جائیں گے۔ مگر یہ کام اس وقت تک انجام نہیں پاسکتا جب تک کہ ان ''غیر جانب دارانہ علوم'' کو غیروں کے تسلّط اور چنگل سے چھڑا کر انہیں اپنی تولیت میں نہ لے لیا جائے۔ بالفاظ دیگر جب تک ہم ان علوم کے صحیح معنی میں وارث بن کر پھر سے علمی سیادت اور درجۂ امامت حاصل نہ کر لیں' ہم علمی اعتبار سے کوئی ٹھوس اور پائیدار مرتبہ اقوامِ عالم کے درمیان حاصل نہیں کر سکتے۔ یہی خلافتِ ارضی کا بنیادی فلسفہ اور اس کا پیغام ہے کہ جب تک اس کے روحانی اور مادی دونوں حصوں کو اکٹھا نہیں کیا جاتا' اس راہ میں ٹھوس اور مثبت کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ: قرآن کی نظر میں
مولانا محمد شہاب الدین ندوی

الھدیٰ (234)

سورۃ النساء

ڈاکٹر اسرار احمد

(آیات 138 تا 140)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۡ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾﴾

''(اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دورُخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ اُن کے لیے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ اُن کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں' تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔ اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سُنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور اُن کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں' اُن کے پاس مت بیٹھو' ورنہ تم بھی اُنہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔''

یہاں اُن منافقین کا ذکر ہے جو سچ مچ ایمان لے آئے تھے مگر جب ذمہ داری کا بوجھ دیکھتے تو متذبذب ہو جاتے تھے۔ سہولت دیکھتے تو مومن ہوتے' پھر جب جان و مال کھپانے کی بات آتی تو پیچھے ہٹ جاتے۔ یہ عملی منافق تھے۔ اُن کے متعلق فرمایا: اے نبی! ان منافقوں کی بشارت دے دیجئے کہ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں آنا ہے تو یکسو ہو کر آؤ' Reservation رکھ کر مت آؤ۔ تم نے اسلام قبول کیا ہے تو اب قدم قدم پر آزمائشیں آئیں گی۔ خوف طاری ہوگا' بھوک کا سامنا ہوگا' مال و اولاد کا نقصان ہوگا' کفار اور مشرکین کی طرف سے مخالفت ہوگی اور اذیتیں دی جائیں گی' تلخ باتیں سننا پڑیں گی' کڑوے گھونٹ پینا پڑیں گے۔ ان مشکل حالات میں اللہ کی رضا کی خاطر صبر کرنا ہوگا۔

یہ عملی منافق مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے۔ وہ دراصل دونوں فریقوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا چاہتے تھے۔ وہ یکسو ہو کر مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیتے تھے کہ کل کیا پتہ کہ کفار کا پلڑا بھاری ہو جائے۔ چنانچہ وہ کفار کے ہاں بھی عزت کے خواہاں ہوتے تھے۔ کم ظرف اور Tactful لوگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ دنیا کی عزت حاصل کرنے کے لیے جائز و ناجائز نہیں دیکھتے بلکہ جس کو اقتدار اور طاقت میں دیکھتے ہیں اُسی کے گن گانا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح اُن کو عزت حاصل ہوگی۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر اس طرح عزت مل بھی گئی تو یہ حقیقت میں دھوکے کی عزت ہوگی۔ عزت تو کل کی کل اللہ کے اختیار میں ہے' تم اسے کہاں ڈھونڈ رہے ہو؟

اور جب سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے' مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ایسا کرنے والے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ یہاں تک کہ وہ اُس کے علاوہ کسی اور بات میں لگ جائیں' تو پھر اُن کے ساتھ بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگرچہ تم نے ان لوگوں سے تعلق منقطع تو نہیں کرنا' کہ اُن کو تبلیغ کرنا ہے' اُن تک حق بات پہنچانا ہے۔

اُن کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم اُن کے ہاں بیٹھے رہے (اور وہ آیات اللہ کا مذاق اڑاتے رہے) تو اُس وقت تم بھی اُن جیسے ہی ہو جاؤ گے۔ اس آیت میں اشارہ ہے سورۃ الانعام کی آیت نمبر 68 کی طرف' جس میں کہا گیا کہ جب تم دیکھو اُن لوگوں کو جو ہماری آیات کا مذاق اڑا رہے ہیں تو تم اُن سے کنارہ کش ہو جاؤ' یہاں تک کہ وہ اور کسی بات میں مشغول ہو جائیں۔ یہ مکی آیت ہے۔ مکے میں مسلمانوں میں اتنا زور نہ تھا کہ ان کو زبردستی چپ کرا سکیں' اس لیے حکم ہوا کہ تم اُن کی (نامعقول) محفل میں نہ بیٹھو۔ احتجاجاً وہاں سے چلے جاؤ۔ اگر بیٹھے رہو گے تو ہو سکتا ہے تمہاری عزت نفس میں کمی آتی چلی جائے اور تمہاری حس کند پڑ جائے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کر کے رہے گا۔

فرمانِ نبویؐ

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو حُبّ دنیا سے بچاتا ہے

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اُس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے' (جبکہ اُس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو)۔''

تشریح: جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے' دنیا دراصل وہی ہے جو اللہ سے غافل کرے' اور جس میں مشغول ہونے سے آخرت کا راستہ کھوٹا ہو' پس اللہ تعالیٰ جن بندوں سے محبت کرتا ہے' اور اپنے خاص انعامات سے اُن کو نوازنا چاہتا ہے' اُن کو اس مردار دنیا سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح کہ ہم لوگ اپنے مریضوں کو پانی سے پرہیز کراتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

رہے نام اللہ کا!

امریکہ نے ایف 16 سے پانچ پانچ سو پونڈ کے بموں کی بارش کر کے 40 سالہ ابومصعب الزرقاوی کو شہید کر دیا ہے۔ عراق کی آزادی پر اس مجاہد حریت نے اپنی جان نچھاور کر دی۔ الزرقاوی کا اصل نام احمد فاضل تھا۔ وہ اردن کے شہر الزرقا میں 30 اکتوبر 1966ء کو پیدا ہوئے۔ اردن کے مشرقی کنارے پر آباد بدو قبیلے بنوحسن کی خلیلہ شاخ سے اُن کا تعلق تھا۔ 1948ء میں جب اسرائیل قائم ہوا تو اُس کے والد وہاں سے ہجرت کر کے الزرقا میں آباد ہو گئے۔ ان کی چھ بہنیں اور تین بھائی تھے۔ 1984ء میں جب الزرقاوی گیارہویں جماعت میں تھے تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جہاد کا شوق انہیں افغانستان لے گیا۔ افغانستان سے کمیونسٹ افواج کے اخراج کے بعد وہ واپس اردن آ گئے اور اوسلو معاہدے پر زبردست تنقید شروع کی۔ اس تنقید کے نتیجہ میں اردن حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا اور جیل میں ناقابل یقین وحشیانہ سلوک کیا لیکن شاہ حسین کی وفات کے بعد شاہ عبداللہ نے جشن تاج پوشی کی خوشی میں عام رہائی کا اعلان کیا تو انہیں بھی رہائی ملی۔

امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو الزرقاوی پھر افغانستان آ گئے اور امریکہ کے خلاف جہاد کے لیے عسکری تربیتی کیمپ قائم کیا اور امریکی قابض افواج کے خلاف مزاحمت کرتے رہے۔ امریکہ نے 2003ء میں عراق پر حملہ کیا تو ابومصعب نے اسے اپنے گھر پر حملہ قرار دیا اور افغانستان سے عراق پہنچ گئے۔ القاعدہ سے انہیں اختلاف تھا۔ وہ عراق پر امریکی قبضہ میں اہل تشیع کے تعاون کو بہت بڑا جرم قرار دیتے تھے۔ اور امریکیوں کے علاوہ عراق کے اہل تشیع پر بھی حملہ آور ہوتے تھے' لیکن 2004ء میں الزرقاوی نے اپنے موقف میں تبدیلی پیدا کی اور عراق میں اہل تشیع پر حملے بند کر دیے۔

ہم نے ابومصعب الزرقاوی کا تفصیلی تعارف اس لیے کروایا ہے کہ ہم مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپیکر سے پوچھ سکیں کہ اس مردِ حُر کی زندگی میں آپ نے کیا دیکھا ہے کہ آپ نے اسے مسلمانوں کی فہرست سے نکال دیا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ اور مشرفیہ حکومت کے دیگر اہلکار زہد اور تقویٰ کے حوالہ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں' اور الزرقاوی بڑا ہی گناہگار ہوگا لیکن تھا تو مسلمان ہی' اور گناہگار مسلمانوں کو ہی دعائے مغفرت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ آپ نے کون سی شریعت یا فقہ کے اصول اور ملکی قانون کی کون سی دفعہ کے تحت ممبران قومی اسمبلی کو الزرقاوی کے لیے دعائے مغفرت سے روک دیا۔ پارلیمانی تاریخ میں یقیناً یہ پہلا موقع ہوگا کہ کسی مسلمان کی دعائے مغفرت کی سپیکر نے اجازت نہ دی ہو۔ باطنی بصارت سے محروم' ہوسِ اقتدار میں اندھے ہو جانے والے ان حکمرانوں کو کرسی سے وابستہ مفادات کی ایسی چاٹ پڑ گئی ہے کہ وہ ہوش و حواس ہی کھو بیٹھے ہیں۔ انہیں یہ بھی بھول گیا کہ امریکہ بہادر یا یورپ ''شریف'' مراسم عبودیت کی ادائیگی پر تو ناراض نہیں ہوا کرتے۔ عقل کے ان دشمنوں کو کون سمجھائے کہ ان کی ہر ایسی حرکت پر عوام کے امریکہ دشمن جذبات مزید بھڑک اٹھتے ہیں۔ کیا امیر حسین صاحب کو امریکہ کی ناراضی کی صورت میں اپنی سپیکر شپ خطرے میں دکھائی دینے لگی تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ ایران کے سوا عالم اسلام میں ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جہاں یہ صورت حال نہ ہو کہ حکمران امریکہ کی محبت میں مرے جا رہے ہیں اور امریکہ دشمنی عوام کے ایمان کا حصہ نہ بن چکی ہو۔ مسلم عوام اور حکمرانوں کے درمیان اس مسئلہ پر اختلاف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

ابومصعب الزرزقاوی نے اپنی مختصر زندگی کانٹوں کی سیج پر گزاری۔ اپنوں نے بھی اسے قید اور تشدد کا نشانہ بنایا اور دشمن بھی اسے زندہ دیکھنے کا روادار نہ تھا۔ امریکہ کی یہ پالیسی ہمارے لیے ناقابل فہم ہے کہ وہ پہلے میڈیا کے ذریعے کسی نہ کسی مسلمان مجاہد کو کرشماتی روپ دیتا ہے' اس کی کارکردگی کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے' اس کے سر کی بہت بڑی قیمت مقرر کرتا ہے' یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی سپرمین کی کہانی بیان ہو رہی ہے۔ شاید بش انتظامیہ اپنے عوام کو دھوکہ دینے اور نمبر بنانے کے لیے ڈرامے کرتی ہے۔ آخر میں ہم یہ عرض کریں گے کہ احمد فاضل سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے اور اختلاف کرنے کا سب کو حق حاصل ہے لیکن اس اختلاف کی وجہ سے (باقی صفحہ 12 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 15 تا 21 جون 2006ء — شمارہ 21
18 تا 24 جمادی الاوّل 1427ھ

بانی: **اقتدار احمد مرحوم**

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**

نائب مدیر: **محبوب الحق عاجز**

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چوبیسویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں — ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا — حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں
گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہے ورنہ — گہر میں آبِ گہر کے سوا کچھ اور نہیں
رگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کیا حاصل — حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں
عروسِ لالہ! مناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب — کہ میں نسیمِ سحر کے سوا کچھ اور نہیں
جسے کساد سمجھتے ہیں تاجرانِ فرنگ — وہ شے متاعِ ہنر کے سوا کچھ اور نہیں
بڑا کریم ہے اقبالؔ بے نوا لیکن — عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

1۔ اِس شعر میں اقبال نے فلسفے کی بے مائیگی اور صاحبِ نظر کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عقل کے پاس خبر اور معلومات کے سوا اور کچھ نہیں ہے' یعنی اس کا سرمایہ تمام تر وہ اطلاعات ہیں جو اُسے حواسِ خمسہ سے حاصل ہوتی ہیں' اور حواسِ خمسہ سے کسی شے کی ماہیت و اصلیت کا علم حاصل نہیں ہو سکتا' اس لیے عقل بھی اس دولت سے محروم ہے۔

انسان کے سامنے سب سے بنیادی اور بڑا سوال یہ رہا ہے کہ خدا ہے یا نہیں؟ عقل کا دار و مدار حواس پر ہے' اور خدا حواس کی دسترس سے باہر ہے۔ اس لیے عقل بے چاری نہ انکار کر سکتی ہے نہ اقرار' اور یہی وجہ ہے کہ ہمیں فلسفے کی تاریخ میں منکرین تو بہت کم نظر آتے ہیں' لیکن لاادری یعنی تشکیک پرست زیادہ ملتے ہیں' جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نہ اقرار کرتے ہیں نہ انکار۔

اس انکار یا تشکیک کا علاج کسی فلسفی کے پاس نہیں ہے۔ یہ نعمت تو کسی ''صاحبِ نظر'' ہی سے حاصل ہو سکتی ہے' یعنی یقین صرف صاحبِ نظر یا صحبتِ شیخ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ جس نے آنکھوں سے دیکھا ہو' وہی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہاں واقعی خدا موجود ہے۔ آؤ' تمہیں بھی دکھادوں۔

''نظر'' کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مرشد کی نظر میں یہ طاقت ہے کہ یقین پیدا ہو سکتا ہے' یعنی وہ ایک نظر سے انسان کے اندر تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ بہر حال عقل کا منتہائے پرواز اس سے زیادہ نہیں کہ کائنات کی تخلیق اور اس کا نظام اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا کوئی تخلیق کرنے والا اور اس کا نظام چلانے والا بھی ضرور ہونا چاہیے۔ بس اس مقام پر آ کر عقل کی سرحد ختم ہو جاتی ہے۔ اب عشق آتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں اس کائنات کا ایک خالق ہے۔ اگر تمہیں شک ہو تو میری اتباع کرو۔ تم اس کو بچشم سر خود دیکھ لوگے۔ عقل کی رسائی حریم ناز کے دروازے تک ہے' لیکن عشق پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو جاتا ہے' یعنی اُسے حضوری حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ بات عقل کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی' کیونکہ حضوری عقل کے حیطۂ اثر و اقتدار سے باہر ہے۔ نظر کیا چیز ہے؟ اور کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب اقبال نے بہت وضاحت کے ساتھ دے دیا ہے۔

2۔ کہتے ہیں کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے زندگی مسلسل ارتقاء کا نام ہے۔ مسلمان کسی منزل پر پہنچ کر بھی آسودہ نہیں ہو سکتا۔ اقبال کا فلسفہ یہ ہے کہ مقام یا منزل سکون کا دوسرا نام ہے اور اسلام کی روح سکونی (static) نہیں ہے' بلکہ حرکی (dynamic) ہے' اس لیے مسلمان کی زندگی میں منزل یا سکون کہیں نہیں ہے۔

3۔ انسان کی قدر و قیمت کا دار و مدار خودی کی حفاظت پر ہے۔ جو شخص اپنی خودی کی حفاظت (استحکام) نہیں کرتا' کائنات کے بازار میں اُس کی کوئی عزت اور قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ دیکھ لو' جوہریوں کی نگاہ میں وہی موتی قیمت پاتا ہے' جس میں آب و تاب ہوتی ہے۔ اگر آب و تاب نہ ہو تو موتی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر انسان کا گوہر خودی بے آب و تاب ہو تو ایسا انسان کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں ہے۔

4۔ زندگی خون کی گردش کا نام نہیں ہے' کیونکہ خون کی گردش تو حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے' بلکہ انسانی زندگی کا دار و مدار سوزِ جگر یعنی عشق پر ہے' اسی لیے اقبال کہتے ہیں کہ۔

حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

نیز چونکہ عشق انسان کے اندر ذوقِ سفر کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے' اس لیے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں۔ غالب نے اس مضمون کو اپنے مخصوص انداز میں باندھا ہے:

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا' وہ لہو کیا ہے

5۔ یہ ایک سادہ رومانوی شعر ہے' جس کی تشریح کی بظاہر ضرورت نہیں۔ یہاں اقبال کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب! تُو تو گلِ لالہ کی طرح سرخ ہے۔ مجھ سے کیا حجاب کہ میں تو نسیم سحر کی مانند ہوں۔

6۔ مغرب کے تاجر حقیقی ہنر کی قدر و قیمت کو نظر انداز کر کے نمائشی ہنر کی بدولت روزی کما رہے ہیں۔ جو باتیں پوری انسانیت کے لیے مفید ہیں' اُن کو پس پشت ڈال رہے ہیں' حالانکہ اصل شے ہنر کی متاع ہے۔

7۔ اس آخری شعر میں اقبال کہتے ہیں کہ میرا کل اثاثہ تو عشق حقیقی ہے اور اپنے گرد و پیش کے لوگوں میں' میں اسی اثاثے میں سے حسب استطاعت تقسیم کرتا رہتا ہوں۔

سورۃ التغابن

مباحثِ ایمان کے ضمن میں قرآن حکیم کی جامع سورت

(آیات 1 تا 4 کا مطالعہ)

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 9 جون 2006ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

سورۃ التغابن کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:

حضرات! آج ہمیں سورۃ التغابن کی چند آیات کا مطالعہ کرنا ہے۔ یہ سورۃ مدنی ہے اور ایمان کے موضوع پر قرآن حکیم کا نہایت جامع مقام ہے۔ آج کے دور کا سب سے بڑا المیہ ایمانی بحران ہے۔ مسلمانوں میں ایمان و یقین کی جڑیں ہل چکی ہیں۔ ان کے ذہنوں میں بہت سے سوالات سر اٹھاتے ہیں' مثلاً آج دنیا میں مسلمان ہی ذلیل و خوار کیوں ہیں؟ کفار جو اللہ اور رسول اللہ کے دشمن ہیں' آخر کیوں پھل پھول رہے ہیں۔ یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات سے غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں ایمان و یقین کی جڑیں ہلنے اور مضمحل ہونے لگی ہیں اور وہ ایسے دانشوروں کی باتوں سے جو مغربی اقدار کو پروموٹ کر رہے ہیں' اپنے افکارِ عالیہ سے مغربی اندازِ فکر اور طرزِ معاشرت کو سندِ جواز عطا کر رہے ہیں' زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ آیا اسلام کی وہ تعبیر درست ہے جو روزِ اوّل سے ثقہ علماء پیش کر رہے ہیں یا وہ صحیح ہے جو نام نہاد دانشور بیان کر رہے ہیں' اور اس طرح عامۃ الناس میں فکری انتشار پیدا ہو رہا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے ایمان اور یقین کی جو تھوڑی بہت پونجی ہے وہ بھی شدید خطرے سے دوچار ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مختلف عنوانات کے تحت جو بھی گمراہ کن افکار پیش کیے جا رہے ہیں وہ دجالی تہذیب اور دجالی فتنہ کا مظہر ہیں۔ جس کی خبر نبی اکرم ﷺ پہلے ہی ہمیں دے چکے ہیں۔ چنانچہ حدیث رسولؐ کے مطابق دورِ فتن میں ایمان پر قائم رہنا اتنا مشکل ہو جائے گا کہ جیسے ہتھیلی پر سلگتے ہوئے انگاروں کو برداشت کرنا اور ان کو تھامے رکھنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں چاروں طرف سے ایمان و یقین پر حملے ہوں گے۔

حضرات! مسلمان کا طرۂ امتیاز اس کا ایمان ہے۔ اس کی اصل پونجی اس کا اللہ پر پختہ یقین ہے۔ اس کا اعتماد و توکل اسباب پر نہیں ہوتا' مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔ اگر یہ ایمان اور یقین ہی زائل ہو جائے تو اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ وہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَۃ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اقبال کہتے ہیں ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اسی نسبت سے میں نے اپنی گفتگو کے لیے سورۃ التغابن کا انتخاب کیا ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ یہ سورت ایمان کے موضوع پر حد درجہ جامع سورت ہے۔ ایمان کے مباحث بالعموم بڑی تفصیل کے ساتھ مکی سورتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ مدنی سورتوں میں زیادہ تر دیگر موضوعات زیر بحث آئے ہیں' مثلاً شریعت' حلال و حرام کے احکام' مسلمانوں کے

مسلمان کا طرۂ امتیاز اس کا ایمان ہے۔ اس کی اصل پونجی اس کا اللہ پر پختہ یقین ہے۔ اس کا اعتماد و توکل اسباب پر نہیں ہوتا' مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔ اگر یہ ایمان اور یقین ہی زائل ہو جائے تو اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا

فرائض منصبی' ان کے لیے عملی راہنمائی اور منافقین کے معاملات' اُن کی سازشیں اور طرزِ فکر وغیرہ' تاہم مدنی سورتوں میں سورۃ التغابن ایسی سورت ہے جس میں بڑی عمدگی اور جامعیت کے ساتھ ایمان کے تفصیلی مباحث کا خلاصہ آ گیا ہے۔

اس سورت کے پہلے رکوع میں ایمانیاتِ ثلاثہ یعنی ایمان باللہ' ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور پھر اس کے بعد ایمان کی پرزور دعوت دی گئی ہے۔ دوسرے رکوع میں ایمان کے نتیجے میں انسان کے رویے' سوچ اور طرزِ عمل میں جو تبدیلی واقع ہونی چاہیے' اسے کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں دراصل ہمارے لیے رہنمائی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو اس ترازو میں تولیں اور دیکھیں کہ آیا ایمان کے نتیجے میں ہماری سوچ' طرزِ عمل اور رویوں میں تبدیلی واقع ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر جواب ''ہاں'' میں ہے فبہا' ورنہ ہمیں اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے اور یہ تشویش ہونی چاہیے کہ ایمان ابھی تک نوکِ زبان پر ہے' دل میں کیوں نہیں اترا' اور پھر اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے' اس لیے کہ آخرت میں جو ایمان معتبر ہوگا وہ یہی تصدیق قلبی والا ایمان ہوگا۔

آیئے! اب ہم سورت کی آیات کا ترتیب وار مطالعہ کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ......﴾

''جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے''۔

کائنات میں ہر شے خواہ سورج' چاند ستارے یہاں تک کہ گھاس کا ایک تنکا یا درخت کا ایک پتہ ہی کیوں نہ ہو' اپنے وجود سے اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ میرا خالق' میرا صانع ایک ذات کامل ہے' جس کی قدرت کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔

﴿لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ﴾

''اُسی کی (سچی) بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف (لامتناہی) ہے''۔

اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ اس کائنات پر کل اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پوری کائنات اس کے دستِ قدرت میں ہے۔ وہی اس کا نظام چلا رہا اور تدبیرِ امر کر رہا ہے۔ سورج' چاند' ستارے' کہکشائیں اور بروج سب اسی کے کنٹرول میں ہیں۔ یہاں تک کہ درخت کا ایک پتہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں گرتا۔ کوئی بھی شے اس کے اذن کے بغیر واقع پذیر نہیں ہو سکتی کیونکہ وہی اختیارِ کلی کا مالک' بادشاہِ حقیقی ہے۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ اخلاقاً بھی اُسی واحد ہستی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کائنات پر بادشاہی کرے۔

جب خالق و مالک وہ ہے تو پھر وہی اختیار کے لائق ہے' وہی تمام حمد وثنا' شکر وتعریف اور حسن وخوبی کا سزاوار ہے۔ جب آپ کسی پھول کی تعریف کرتے ہیں تو اصل میں اللہ ہی کی تعریف ہو رہی ہوتی ہے کیونکہ پھول کو جس ذات نے نزاکت' شگفتگی' خوشبو اور خوش رنگی عطا کی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ چنانچہ اسی کی تعریف کی جانی چاہیے۔ کسی اور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تعریف کا سزاوار اور مستحق ٹھہرے۔ یہی وجہ ہے کہ عملاً بھی کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہے۔

﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱﴾

''اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

مظاہر فطرت پر غور کرو' تمہیں اس کی بے پناہ قدرت کا اندازہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ تم اپنے وجود پر غور کرو' تمہارا اپنے اوپر کوئی اختیار نہیں۔ تمہارا اپنا وجود اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط کا پابند ہے۔ تمہارے دل کی دھڑکن' خون کی گردش' نظامِ تنفس سب اسی کے کنٹرول میں ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جسے ہم آج اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں جتنی زیادہ ترقی ہو رہی ہے' اللہ کی عظمت' کبریائی اور قدرت اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آ رہی ہے۔

آگے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾

''وہی تو ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا' پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مؤمن''۔

یہاں دراصل اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اللہ کون ہے۔ دیکھو' جہاں کائنات کی دیگر ہر ہر شے اللہ کے وجود کی گواہی دے رہی ہے' وہاں تمہارا اپنا وجود بھی اس کی شہادت دے رہا ہے۔ تمہارے جسم کا ایک ایک خلیہ اس بات کا گواہ ہے کہ ہے کوئی ذات جس نے انسان کو تخلیق کیا ہے' جس نے اُس کے جسم کے اندر طرح طرح کے پیچیدہ نظام پیدا کیے ہیں۔

عجیب معاملہ ہے کہ اتنی واضح حقیقت کے بعد بھی تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے انکاری ہیں حالانکہ تم ہی میں سے کچھ ایسے روشن ضمیر بھی ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہی ہمارا خالق و مالک ہے اور ہم اُس کے بندے ہیں۔

اللہ نے انسان کو تھوڑا سا اختیار بھی دیا ہے۔ اسی اختیار کی بنا پر اس کا امتحان ہو رہا ہے' مگر افسوس کہ وہ اس اختیار کا غلط استعمال کر رہا ہے۔ اسی اختیار کے بارے میں فرمایا:

﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳﴾ (الدھر)

''پھر کوئی شکر گزار ہے اور کوئی ناشکرا''

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا' تم سب اسی کے مطیع وفرمانبردار ہوتے' جیسے پوری کائنات اس کی فرمانبرداری' تسبیح اور تحمید میں لگی ہوئی ہے۔ مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا' اس نے انسان کو اختیار عطا کر کے دنیا کو دار الامتحان بنایا تاکہ انسان کو آزمائے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:2)

''اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔''

آیت زیر بحث کے آخری حصے میں فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۲﴾

''اور جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ اس کو دیکھنے والا ہے''۔

ذرا غور کیجیے' ان آیات میں کتنا ربط اور معنویت ہے۔ فرمایا گیا کہ اللہ نے اختیار دے کر تمہیں شتر بے مہار نہیں چھوڑ دیا کہ جو چاہو کرو' تمہارے اعمال کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ نہیں' بلکہ تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ دیکھنے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس بات کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے کہ تم نے اس اختیار کو کیسے استعمال کیا۔ اس وقفہ زندگی میں تم کون سے راستے پر چلے' رب کی بندگی کے راستہ کو اختیار کیا یا شیطان کے' جو تمہارا اور ربّ کا سب سے بڑا دشمن ہے' پیچھے چلے ہو' اور بالآخر تمہارے اس امتحان کا لازماً نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ روز محشر تمہاری کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ کریں گے۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾

''اسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی بر حکمت پیدا کیا''۔

ارض وسماء کی تخلیق بامقصد ہے' کھیل تماشا نہیں ہے۔ اس میں دراصل اس تصور کی نفی کی جا رہی ہے کہ کائنات میں کوئی دیوی دیوتا ہے۔ انہوں نے کھیل تماشا اور تفریح کے لیے زمین کی بساط بچھائی اور انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں' چھوٹی چھوٹی باتوں پر اُلجھتے ہیں اور معمولی سی بات پر ناراض ہو کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور دیوی دیوتا تفریح کی غرض سے شب وروز اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ تخلیق ارض وسماء کے بامقصد ہونے کا تذکرہ ایک اور مقام پر بایں الفاظ آیا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ۝۱۶﴾ (الانبیاء)

''اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے مابین ہے کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا۔''

اس کے بامقصد ہونے کا تم خود مشاہدہ کر سکتے ہو۔ ہر چیز جو بظاہر حقیر سی دکھائی دیتی ہے' مقصد کے لیے بنائی گئی ہے۔ گھاس کا ایک تنکا بھی انسان کے فائدے کے لیے ہے۔ بعض بوٹی ہمیں بظاہر بے قیمت نظر آتی ہیں' مگر اس میں کسی مرض کا علاج ہوتا ہے۔ کوئی چھوٹا سا کیڑا جسے ہم بے کار سمجھتے ہیں اس سے کسی بیماری کے علاج کے ویکسین بنتی ہے۔ الغرض کوئی شے بھی بے مقصد نہیں۔ تم جتنا غور کرو گے' یہ حقیقت تم پر اور زیادہ منکشف ہوتی چلی جائے گی۔

﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾

''اور اس نے تمہاری صورت گری کی اور کیا عمدہ صورت گری کی ہے''۔

اب یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ کائنات میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے' لیکن اس کی تخلیق کا شاہکار انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شرف' امتیاز اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جیسے ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا﴾ (بنی اسرائیل:70)

''ہم نے جو بھی مخلوقات پیدا کی ہیں' ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت عطا کی''۔

ان دونوں باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس زمین پر آباد مخلوقات کی بارات کا دولہا انسان ہے۔ وہ اشرف المخلوقات ہے۔

آگے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب زمین کی ہر ہر شے بامقصد پیدا کی گئی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کو یونہی شتر بے مہار پیدا کیا گیا ہو۔ اس کا کوئی مقصد تخلیق نہ ہو۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر وہ زندگی بسر کرے۔ مرنے کے بعد قبر میں مٹی میں مل جائے اور بس! اس کے اعمال کا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝۳﴾

''اور اس کی طرف سب کو پھر جانا ہے''۔

یعنی مرنے کے بعد تمہیں اللہ کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ ایسا نہیں کہ تم مٹی میں مٹی ہو جاؤ گے' دوبارہ زندہ نہیں کیے جاؤ گے۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱۵﴾ (المؤمنون)

''کیا تم یہ خیال کرتے ہو' کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے''۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر آخرت نہ ہو' تو پھر انسانی زندگی بالکل مہمل اور بے معنی ہو کر رہ جائے۔ ذرا غور کیجیے' کیا وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کا انکار کریں اور شیطان کے چیلے اور ایجنٹ بن کر رہیں' ساری عمر اُس کے ایجنڈے کو آگے بڑھاتے رہیں' اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے ماننے والوں پر عرصہ حیات تنگ کریں اور مؤمنین' صادقین' اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ مرنے کے بعد ان سے یکساں سلوک ہو سکتا ہے؟۔ کیا وہ لوگ جو یہاں مظلوم ہیں' جن کا خون

نچوڑا گیا اور جن کے ساتھ ظلم وزیادتی کی انتہا کردی گئی ہے اور وہ طبقات جو دوسروں کا خون چوستے اور اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں، برابر ہوجائیں گے؟ اگر ایسا ہی ہے تو یہ سلسلۂ تخلیق عبث، بے مقصد اور مہمل ٹھہرتا ہے۔ اور کیا تم اللہ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کوئی بے مقصد کام کرے گا؟ (معاذ اللہ) ہرگز نہیں، بلکہ تمہاری تخلیق بامقصد ہے اور تمہیں جو اختیار دیا گیا ہے، اس کی بنا پر تم اپنے اعمال کے لیے روزِ محشر اللہ کے سامنے جواب دہ ہوگے۔ اللہ تمہیں تمہارے تمام اعمال نیک و بد کو دکھادے گا۔

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال)

''تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا''

اور پھر تمہاری حقیقی کامیابی یا اصل ناکامی کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اب یہاں ایک وسوسہ یہ پیدا ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کیسے حساب لے گا۔ دنیا میں اربوں، کھربوں انسان پیدا ہوئے اور مرگئے۔ ان میں سے ہر ایک کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا مفصل ریکارڈ کیسے رکھا جاسکتا ہے۔ انسان نے کچھ کام خلوت میں کیے، کچھ جلوت میں، کچھ دن کی روشنی میں کیے، کچھ رات کی تاریکی میں، کچھ بُرے ارادے سے مگر بظاہر نیک بن کر کیے۔ اب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے ہر لمحہ زندگی کا حساب کیسے رکھے گا۔ اس وسوسہ کا جواب یوں دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾

''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو، اس سے بھی آگاہ ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر ہر معاملے کا حساب رکھنا ہرگز مشکل نہیں، بالکل آسان ہے۔ اللہ تو وہ ذات ہے جو آسمان اور زمین کی ہر چیز کے متعلق جانتا ہے۔ وہ تمہارے اس عمل کو بھی جانتا ہے جو تم ظاہراً کرتے ہو اور اُس کو بھی جو تم پوشیدہ طور پر انجام دیتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ تمہاری نیتوں، محرکاتِ عمل، عزائم، تمناؤں اور آرزؤں سے بھی واقف ہے۔ جب وہ ہر شے سے آگاہ ہے تو اس کے لیے تمہارے اعمال کا حساب کتاب ہرگز مشکل نہیں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان حقیقی کی دولت عطا فرمائے آمین!

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

پریس ریلیز

ابومصعب الزرقاوی نے فرعونِ وقت کے سامنے نہ جھک کر عزیمت کی راہ اپنائی

نائن الیون کے بعد ہمیں معاشی ترقی کے جو خواب دکھائے گئے تھے اب وہ سب چکنا چور ہو رہے ہیں

حافظ عاکف سعید

ابومصعب الزرقاوی کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد عراق اور افغانستان میں جدوجہد ختم نہیں ہوجائے گی بلکہ یہ معاملہ اب افراد سے آگے ایک تحریک کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ عالم اسلام میں بے شمار الزرقاوی اور اسامہ پیدا ہوچکے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں اپنے خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ الزرقاوی نے خالق کائنات کو دل سے مانتے ہوئے اور اس کی ذات پر توکل کرتے ہوئے فرعونِ وقت کے سامنے نہ جھکنے کا فیصلہ کیا، جو کہ یقیناً عزیمت کا راستہ تھا جس میں وہ ہر دم اپنی جان ہتھیلی پر رکھے طاغوتی قوتوں کے خلاف برسرپیکار تھے۔ ایک سچے مومن کی طرح انہیں بھی شہادت ہی مطلوب تھی۔ الزرقاوی کی موت کو بش اور بلیئر نے عظیم کامیابی قرار دیا ہے جبکہ اسرائیل نے اسے فتح عظیم سے تعبیر کیا ہے، جس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اتحادی افواج افغانستان اور عراق میں جو کچھ کر رہی ہیں، وہ درحقیقت اسرائیل ہی کی سرحدوں کو محفوظ بنانے کی خاطر کیا جارہا ہے۔ الزرقاوی پر سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ بے گناہ خواتین اور بچوں کا قاتل ہے جبکہ درحقیقت اس جرم کے اصل مرتکب خود امریکہ اور اسرائیل ہیں۔ القاعدہ جو کچھ کر رہی ہے وہ محض اس کا ردعمل ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ حق کو دبانے کی تمام کوششیں بالآخر ناکام ہوں گی اور آخرکار اہل حق اور عدل وانصاف ہی غالب ہوکر رہیں گے۔

بجٹ کے حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ روایت بن چکی ہے کہ اس میں حقائق کو پیش نہیں کیا جاتا بلکہ یہ محض شعبدہ بازی کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ حالیہ بجٹ میں بھی عام آدمی کو ریلیف دینے کے دعوے کا زمینی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حکومت ایک جانب تو مہنگائی کو روکنا اپنا مشن قرار دیتی ہے جبکہ دوسری طرف آئے دن ضروریاتِ زندگی کی قیمتیں بے حساب بڑھتی رہتی ہیں، جس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ معیشت کے بحران اور مہنگائی کے بے قابو جن کے آگے حکومت بالکل بے بس ہے۔ غیر جانبدار ماہرین کے مطابق پچھلے چند برسوں کے دوران ہماری معیشت کا گراف خطرناک حد تک نیچے آیا ہے، جس کے نتیجے میں وطن عزیز ایک شدید معاشی بحران کی زد میں ہے۔ اس ساری صورت حال میں ہمارے لیے عبرت کا پہلو یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد امریکی دھمکی کے آگے سجدہ ریز ہونے کے حوالے سے اپنی اس بزدلانہ پالیسی کا دفاع کرتے ہوئے امریکہ کی فرنٹ لائن سٹیٹ کا درجہ حاصل ہونے پر اُس وقت ہمارے حکمرانوں نے ہمیں ملکی مفادات اور بالخصوص سیاسی اور معاشی میدان میں ترقی کے جو سنہرے خواب دکھائے تھے، ایک ایک کرکے وہ سب چکنا چور ہو رہے ہیں۔

☆☆☆

اسلام کی برکات نظام خلافت کے کفالتِ عامہ کے تصور کی بحالی کے ساتھ مشروط ہیں

حافظ عاکف سعید

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم انسان اور اعلیٰ کردار کے حامل مسلمان حکمران تھے۔ جو اپنے عدل و انصاف، غرباء پروری، کفالت عامہ کے انتظام اور جاگیرداری کے خاتمے جیسے اقدامات سے خلفائے راشدین کی صف میں شمار ہوتے ہیں اور خلیفہ راشد کہلاتے ہیں۔ یہ بات قرآن اکیڈمی جھنگ میں بیس نامور اور عظیم مسلمان شخصیات کے حالات پر سیمیناروں کے سلسلے میں منعقدہ پہلے سیمینار کے دوران مقررین نے کہی، جس میں پروفیسر سمیع اللہ قریشی، پروفیسر حمزہ، استاد شفیق الرحمٰن، مولانا محمد انور چیمہ شامل تھے۔ صدارتی خطاب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے ارشاد فرمایا، جس میں انہوں نے کہا کہ خلافت کا نظام درحقیقت کفالت عامہ کا نظام تھا۔ جس میں نہ صرف روٹی، کپڑا اور مکان بلکہ علاج معالجہ اور تعلیم کے علاوہ مفت اور فوری انصاف بھی ہر شہری کا حق تھا۔ خلافت راشدہ کے نصف صدی بعد یہ اقدار ماند پڑ گئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجددانہ شان کے ساتھ انہیں از سرِ نو بحال کردیا اور اُمت کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ آج بھی اسلام کی اصل برکات اسی کفالت عامہ کے تصور کی بحالی کے ساتھ ہی مشروط ہیں۔ یہ کفالتِ عامہ کا نظام آج کے دور میں سودی معیشت اور جاگیرداری کے نظام کے خاتمہ کے بغیر ممکن نہیں۔ سود اور جاگیرداری کی موجودگی میں پاکستان کا اسلامی، فلاحی، مثالی جمہوری ریاست کا بننا تو کجا، وہ حقیقی جمہوریت کے راستے پر بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ آخر میں تمام مقررین اور شرکاء نے اس بابرکت سلسلہ کو سراہا اور مفید قرار دیا۔

فحاشی و عریانی کا سیلاب

بنت زاہد

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (حم سجدہ)

''اور اُس شخص سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جو بلائے اللہ کی طرف اور نیک عمل کرے اور کہے بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

یہ ملک جسے ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا' آج اس کی حالتِ زار دیکھ کر دِل کڑھتا ہے۔ ہر طرف بے حیائی اور فحاشی پھیل رہی ہے اور اربابِ اقتدار اپنی ہی دنیا میں مگن ہیں۔ انتہائی غیر محسوس طریقے سے عوام کو دھیرے دھیرے یہ زہر پلایا جا رہا ہے۔ جس طرف دیکھیں' آزادی کے نام پر' جس کا جو دل چاہے' کر رہا ہے۔ اخلاقی اور معاشرتی اقدار ختم ہوتی جا رہی ہیں اور مادر پدر آزادی کی دُھن سب کے سروں پر سوار ہے۔

بڑھتی ہوئی فحاشی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہمارا پرنٹ میڈیا' اخبارات و رسائل ہیں۔ انگریزی اور اُردو جرائد میں کھلے عام قابل اعتراض خبریں' تصاویر اور اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور قوم کو تیزی سے تباہی کے دہانے کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ کچھ دن پہلے اتوار کو شائع ہونے والے ایک میگزین کو دیکھنے کا اتفاق ہوا (جسے ایک انگریزی روزنامہ باقاعدگی سے شائع کرتا ہے) ایک اشتہار میں ایک فلم کی تشہیر کی گئی تھی' ایک صفحے پر کسی اسٹیج پرفارمنس کی خبر تھی اور بقیہ آدھا صفحہ Sufism کے نام پر کئے گئے کسی فیسٹیول کے بیان کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ اسی اخبار کے ایک حصے میں کراچی میں کھلنے والی کسی نئی Outlet کا اشتہار تھا۔

ان سب چیزوں کی جس طرح سے تشہیر کی گئی تھی اسے دیکھ کر عجیب کیفیت ہوئی' دل متلانے لگا اور ہر چیز سے بے زاری محسوس ہونے لگی۔ یہ احساس دامن گیر ہوا کہ ہم اپنی نئی نسل کو ہولناک تباہی کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ اس Outlet کے اشتہار میں جو حلیہ اُس نوجوان لڑکے اور لڑکی کا دکھایا گیا تھا اور جو پوز (Pose) ان سے بنوایا گیا تھا' وہ کسی طرح بھی اسلامی شعائر سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اگر یہ اشتہار کسی مغربی اخبار یا میگزین میں ہوتا تو بالکل عام سی بات تھی لیکن اپنے قومی اخبار میں اس طرح کے اشتہار کی اشاعت بالکل ناقابلِ برداشت ہے۔

اگر ساری صورتحال پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے قصوروار ہم خود ہیں۔ ہم خود اپنے بچوں کو اس بات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اپنی اقدار سے روشناس نہ کروا کر ہر شخص خود اس جرم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ہم اپنے بچوں کو ماڈرن ازم کا شوق دلاتے ہیں' انہیں ایسے سکولوں میں داخل کراتے ہیں جہاں Confidence building کے نام پر ان میں بے حیائی پیدا کی جاتی ہے۔ ڈانس' میوزک' گانے ایسے سکولوں کے نصاب کا لازمی جز ہوتے ہیں اور والدین ان سب باتوں سے آگاہ ہونے کے باوجود نہ صرف اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں بلکہ اِس کو گوارا کرتے ہیں۔ اور جب بچے بڑے ہو کر (جب اُن کے شعور میں ان چیزوں کی حرمت کا ذرا بھی احساس باقی نہیں رہتا) یہی سب کچھ کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ بُرا لگنے لگتا ہے اور بہت سے لوگوں کی آنکھیں تو تب بھی نہیں کھُلتیں۔

بچوں کے حوالے سے ہم پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں اس گرداب سے باہر نکالیں...... انہیں بھلی بات کی تلقین کریں اور برائی کو برائی سمجھنے کا شعور ان کے دِل میں اُجاگر کریں' علاوہ ازیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے بچوں کو ایسے سکولوں میں تعلیم دلوائیں جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ انہیں مذہبی اقدار بھی سکھائی جائیں۔ کیونکہ ہم سب مسئول ہیں۔ ایک دن ہم سے اس کی بابت پوچھا جائے گا اور ہمیں اس کی جوابدہی کرنی ہوگی جیسا کہ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ)) (متفق علیہ)

''تم میں سے ہر ایک راعی (نگہباں) ہے اور ہر ایک سے اُس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

ہمارے بچے ہماری رعیت ہیں اور ہم ہی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم انہیں صحیح راہ دکھائیں' برائی سے روکیں اور بھلی بات کی تلقین کریں اور صراط مستقیم پر چلنے میں ان کی معاونت کریں۔ اگر ہم شروع ہی سے انہیں اپنی اسلامی اقدار کی طرف دعوت دیں گے اور اپنے قول و عمل کا بہترین نمونہ ان کے سامنے پیش کریں گے تو وہ بھی ربِ کریم کی طرف رُجوع کریں گے ورنہ ہمارا طرزِ عمل یہی رہا تو ہم خود اپنے ہاتھوں اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرلیں گے۔

کلچر کے نام پر...... آزادیٔ صحافت اور Sufism کے نام پر جو کچھ میڈیا میں پیش کیا جا رہا ہے' اسے قطعاً برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ کوئی وزیرِ ثقافت سے یہ پوچھے کہ کیا صوفی ایسے ہوتے ہیں؟ شیخ احمد سرہندیؒ جنہوں نے رسوم جاہلیت کی الائشوں سے قوم کو نجات دلائی یا نظام الدین اولیاءؒ امام ابنِ تیمیہؒ' رومیؒ اور جامی ؒ جن کے لیے سب سے بڑی شے اللہ رضا تھی...... ان میں اور آج کل کے حکمرانوں میں جو خود کو عوام کے جذبات کا ترجمان کہتے ہیں' کیا نسبت ہے؟ Sufism کے نام پر جو فضولیات اور جو واہیات پیش کی جا رہی ہیں وہ اللہ کے غضب کو بھڑکانے اور اُس کے عذاب کا باعث ہیں۔ قران پاک میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (النور:19)

''اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے' اُن کو دنیا اور آخرت میں دُکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

ہائے افسوس! امت مسلمہ جسے زمین پر اللہ کا نمائندہ بننے کا اعزاز دیا گیا تھا...... جسے شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دینا تھا...... وہ کن خرافات میں پڑگئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو خوابِ غفلت سے بیدار کرے اور یہ سعادت عطا کرے کہ ہم اس تند و تیز سیلاب کا مقابلہ کرسکیں جو ہماری اقدار کو بہائے لے جا رہا ہے اور دین اسلام کے غلبے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کرسکیں۔ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کرے اور برائی کو روکنے کی طاقت نہیں پاتا تو کم از کم دل میں اسے برا جانے۔ اپنے دل میں اس کے لیے تنگی محسوس کرے' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''تم میں سے جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے' اگر اس کی استطاعت ہی نہ رکھتا ہو' تو اسے چاہیئے کہ اپنی زبان سے روکے' اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے دِل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔''

......اور اسلامیات کا بوجھ اُتار پھینکا گیا

ڈاکٹر طاہرہ ارشد

اہل نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ موجودہ حکومت نام نہاد روشن خیالی کی آڑ میں اسلامی نظریۂ حیات سے مسلسل پسپائی اختیار کر رہی ہے۔ یوں تو اس کے مظاہر ہر شعبۂ زندگی میں نظر آتے ہیں مگر نظامِ تعلیم میں سیکولر بنیادوں پر لائی جانے والی تبدیلیاں تو بالکل واضح دکھائی دے رہی ہیں۔ محب وطن حلقے ان تبدیلیوں سے شدید اضطراب میں ہیں۔ کسی بھی قوم کا نصاب اور نظام تعلیم اس کے اساسی نظریے اور اقدار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ زندہ قومیں ایسا نظام وضع کرتی اور نصاب ترتیب دیتی ہیں کہ جس کے ذریعے اپنی آئندہ نسلوں کو اپنے اساسی نظریات' اقدار اور روایات کو بہتر طور سے منتقل کر سکیں۔ مگر افسوس کہ موجودہ حکمران جب سے برسر اقتدار آئے ہیں شعبۂ تعلیم سے رہی سہی ''اسلامائزیشن'' کو کھرچنے کی منظم کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں تازہ ترین واقعہ پہلی اور دوسری جماعت کے نصاب میں سے اسلامیات کے مضمون کا اخراج ہے۔ اگرچہ وفاقی وزیر تعلیم جہانگیر اشرف قاضی کا کہنا ہے کہ اسلامیات کو نکالا نہیں گیا' بلکہ ''جنرل نالج'' کے نئے مضمون میں شامل کر دیا گیا ہے۔ تاہم اصل سوال ترجیحات کے تعین کا ہے۔ انگریزی زبان کو خصوصی اہمیت دے کر پہلی جماعت ہی سے الگ مضمون کے طور پر پڑھایا جا سکتا ہے' تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسلامیات کو یہ اہمیت نہیں دی جاتی؟ زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر طاہرہ ارشد صاحبہ نے حکومت کے اسی فیصلے پر اظہار خیال کیا ہے اور عامۃ الناس کو اس کی سنگینی کی جانب توجہ دلائی ہے۔ (ادارہ)

جب ہر طرف ''روشن خیالی'' کے اندھیرے چھا رہے ہیں اور دل بُری طرح گھبرا جائے تو اُمید کی ایک ننھی سی کرن ''ندائے خلافت'' ہی مجھے نظر آتی ہے کہ اس سے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے' کیونکہ یہ موقع دیتا ہے کہ اُن لوگوں سے بات کروں جو اتنے ''روشن خیال'' نہ ہیں اور نہ ہونا چاہتے ہیں کہ آخرکار ابدی اندھیروں میں گم ہو جائیں۔

29 مئی 2006ء کے نوائے وقت کے پہلے صفحے کی خبر ہے: ''پہلی اور دوسری جماعت سے اسلامیات کا مضمون نکال دیا گیا۔'' یہ خبر نہیں ایک بجلی ہے جو والدین کے دِلوں پر گرنا چاہیے لیکن نہیں گرتی۔ اس لیے کہ ہم اپنی سوچ کو کھانے پینے اور روزمرہ کے مسائل سے آگے بڑھنے ہی نہیں دیتے۔

جن خدشات کا اظہار ہم انہی صفحات میں پہلے بھی کر چکے ہیں وہ اب سامنے آنا شروع ہو چکے ہیں۔ ہماری نسل کے جو لوگ اللہ کے فضل و کرم سے دین کی طرف پلٹ آئے خواہ چالیس برس کی عُمر کو پہنچ کر ہی سہی تو اُس میں بہت بڑا ہاتھ ہماری اُس بنیادی تعلیم کا تھا جو بچپن میں اسلامیات اور معاشرتی علوم بلکہ اُردو کی صورت میں دی جاتی رہی۔ اِن مضامین میں سیرتِ نبوی ﷺ اور صحابہ و صحابیاتؓ کے متعلق اسباق ہوتے تھے۔

بے شک میں نے تعلیم کے دوران دن رات صرف ڈاکٹری پڑھنے پر لگائے لیکن فارغ ہو کر وہ دینی رجحانات جو بچپن کی تعلیم سے لاشعور میں نقش ہوئے تھے دین کا فہم حاصل کرنے اور آخرت بہتر بنانے کی کوشش کرنے کی طرف لائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ اسلامیات کے ساتھ بھی ہماری نسل کے کچھ لوگ ''روشن خیال'' ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آئندہ جو نسلیں بغیر اسلامیات کے

> چند دن قبل ''جیو'' پر ایک ماہر طبیعیات کی زبان سے ہم ڈارون ازم کی حمایت میں یہ سُن کر دنگ رہ گئے کہ ''Creator (خالق) ہو بھی سکتا ہے لیکن اس کا کوئی خاص ثبوت نہیں ملتا''

پروان چڑھیں گی اُن میں بھی ان شاء اللہ باعمل مسلمان پیدا ہوں گے' لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے' جو رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہونے کے دعویدار ہیں' اگلی نسل کو کیا دیا؟ فحاشی عریانی' سُود کا نظام' مادہ پرستی پر مبنی ظالمانہ استحصالی نظام' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ (النساء: 135)

''اے ایمان والو! کھڑے ہو جاؤ عدل کے قیام کے لیے اور اللہ کی گواہی دینے والے بنو۔''

کیا یہ فرمان ہمارے لیے نہیں ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو اُسے بھولا نہیں کہتے۔ لیکن ہمارے بچے کس کی طرف لوٹیں گے؟ کون سے والدین ہیں جو آج بچے کی اسلامیات کی کمی کو گھر میں دین کی تعلیم کے ذریعے پورا کر سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ نہ والدین کو فرصت ہے' اور نہ ہی وہ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ ویسے بھی عام روش یہ ہے کہ جن کا بچہ سکول نہ جاتا ہو وہ تو اپنے بچے کو شاید خود پڑھا لیں لیکن جن کا بچہ سکول جاتا ہے وہ پڑھانے کے فرض سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

اسلامیات پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے لیے میں آپ کو ایک مثال دیتی ہوں۔ چند دن قبل ''جیو'' پر ایک پروگرام لگا ''الف'' کے نام سے۔ دہریئے کا نام تو سنتے آئے تھے لیکن کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ یہ پروگرام اِرتقاء کے نظریہ کے بارے میں تھا۔ ایک طبیعیات کے ماہر کی زبان سے ہم ڈارون ازم کی حمایت میں یہ سُن کر دنگ رہ گئے کہ ''Creator (خالق) ہو بھی سکتا ہے لیکن اس کا کوئی خاص ثبوت نہیں ملتا''۔ یہ یا ملتے جلتے الفاظ ایک مسلمان (نام والے) شخص کے منہ سے نکلے تھے۔ آج تو شاید اس طرح کے کچھ ہی لوگ ہوں لیکن جب ہم بچپن ہی سے اپنے بچوں کو توحید' غیب پر ایمان اور آخرت کا عقیدہ نہیں دیں گے تو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ جدید تعلیم اور مادہ پرست دنیا اُنہیں کیا بنائے گی۔ بے شک وقت آ چکا ہے کہ اپنا ایمان بچا لیا جائے لیکن ''اپنا'' میں ہماری آئندہ نسلیں بھی تو شامل ہیں۔

ابوغریب جیل سے ''نور'' اور ''فاطمہ'' کے خطوط پر تو ہمارے بھائیوں نے کان بند کر لیے تھے' کیا اب میری اِس پُکار پر بھی یہی رویہ اختیار کریں گے۔ غافلو! اب تو جاگ جاؤ' آگ اب آپ کی اپنی دہلیز تک پہنچ گئی ہے۔

ہمارے حکمران کی بات رہنے دیجیے' کیا ہم خود یہ بھی نہیں کر سکتے کہ حکمرانوں کے اِس اقدام پر کم از کم اپنا احتجاج ہی تحریری صورت میں حکومت تک پہنچائیں۔ تاکہ ہماری ناپسندیدگی تو ''Register'' ہو جائے۔ ہم اپنے بچوں کے سکولوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ ضرور اسلامیات پڑھائیں خواہ حکومت چاہے یا نہ چاہے۔ بچے ہمارے ہیں' فیس ہم دیتے ہیں۔

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ کبھی اُس قوم کی حالت نہیں بدلتا جسے خود اپنی فکر نہ ہو۔

بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ

بیت المقدس کے سامنے پہنچ کر صلیبیوں نے رات گزارنے کے لیے خیمے نصب کر دیے۔ یہاں رات کی تاریکی میں اُنہوں نے چاند کو گہن لگتے دیکھا' جس سے انہوں نے یہ شگون لیا کہ بہت جلد ہلال (اسلام) پر صلیب (عیسائیت) غالب آ جائے گی۔ اگلی صبح پو پھٹنے سے پہلے یہ ایک پہاڑی پر چڑھے جو ماؤنٹ جوئی کہلاتی تھی۔ اور جب سورج چڑھا تو یروشلم کا نظارہ کیا جو وہاں سے نشیب میں نظر آ رہا تھا۔ انہیں یہ توقع تھی کہ ارضِ موعود میں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں گی' لیکن جو کچھ نظر آیا' وہ یہ تھا کہ ایک بے برگ و گیاہ اور ریتلی وادی ہے جو موسم گرما کی دھوپ سے جھلس گئی ہے۔

یروشلم دنیائے قدیم کا مضبوط ترین قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ اس کی دیواریں تین چٹانی وادیوں کی ڈھلواں طرفوں پر کھڑی تھیں۔ دو ہزار سال سے یروشلم کے ہر حاکم کا یہ طریقہ رہا تھا کہ وہ اس قلعے کو ناقابلِ تسخیر بنانے کے لیے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتا تھا اور ہر ایک نے یہ کام خوب انجام دیا تھا۔ غرض یروشلم ناقابلِ تسخیر تھا' لیکن جب صلیبی اس شہر کے نزدیک پہنچے تو اُن پر اس کی تسخیر کا جنون سا طاری ہو گیا اور انہوں نے تہیہ کر لیا کہ کوئی بھی رکاوٹ انہیں یہ قلعہ سر کرنے سے باز نہ رکھ سکے گی۔ جب انہوں نے اس کی فصیل کے نیچے پڑاؤ ڈالا تو دیکھا کہ مسلمانوں نے ہر سمت میں میلوں تک تمام کنوئیں پاٹ دیئے ہیں۔ یروشلم کے حاکم افتخار الدولہ نے جو مصر کے فاطمیوں کی جانب سے یہاں کا گورنر تھا' ارد گرد کے تمام نواح کو ویران کر دیا تھا اور پانی میں زہر ملا دیا تھا۔ صلیبی جہاں تھے' وہیں رک گئے اور دریائے اُردن سے شراب کی مشکوں میں پانی بھر بھر کر خچروں پر لاد لاد کر لانے لگے۔ دھوپ اتنی تیز تھی کہ اس سے پہاڑ سا ٹھن رہا تھا۔ پانی چونکہ اس دھوپ میں دور دراز کا سفر کر کے لایا جاتا تھا' اس لیے کھاری اور بدبودار ہو جاتا تھا' لیکن نہ ہونے سے پھر بھی بہتر ہوتا' اس لیے لوگ اسی کو پی لیتے۔

جب رات آئی تو صلیبی جنگی جنون سے واقعی دیوانے ہو گئے۔ ساری رات شہر میں تلاشیاں لیتے اور قتل و خون کرتے پھرے۔ جو مرد' عورت یا بچہ ہاتھ آ گیا' اُسے پکڑ کر مار ڈالا۔ بہت سے یہودی سراسیمگی اور دہشت کے عالم میں اپنے بڑے کنیسہ میں جا چھپے' لیکن انہیں وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ صلیبیوں نے کنیسہ کو آگ لگا دی۔ جو یہودی جل گئے' وہ تو مر ہی گئے' لیکن جو آگ کے شعلوں سے بچ کر بھاگ نکلے' وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ صلیبیوں نے اِن میں سے ایک ایک کو چُن چُن کر ہلاک کیا۔

عیسائی مؤرخ کہتا ہے کہ کبھی کوئی فوج اتنے جوش و جنون سے نہ بڑھی تھی' جتنے جوش سے صلیبی یروشلم پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے پہلے ہلے ہی میں باہر کی فصیل توڑ ڈالی' مگر اندرونی دیوار نے اُن کو روک دیا۔ سیڑھیاں لگا کر دیوار پر چڑھ گئے اور مسلمانوں سے دست بدست لڑائی ہوئی' لیکن مسلمانوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور عیسائیوں کو نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ اِس شکست نے عیسائیوں کو سکھایا کہ عجائبات اور معجزات پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ جنگ کے لیے عسکری ٹیکنالوجی اختیار کی جائے اور مشینیں بنائی جائیں' مگر لکڑی کہیں قریب نہ تھی۔ مشینیں بنانے کے لیے اور بھی کئی مشکلات تھیں۔ وہ بہت دُور سے کچھ لکڑی کاٹ کر لائے۔ مکانات اور قرب و جوار کے گرجوں اور کنیساؤں کی لکڑیاں نکالیں اور مشینوں کی تیاری میں بہت سرگرمی سے مصروف ہو گئے۔ محاصرہ بھی برابر جاری رہا۔

بہت سے یہودی سراسیمگی اور دہشت کے عالم میں اپنے بڑے کنیسہ میں جا چھپے' صلیبیوں نے کنیسہ کو آگ لگا دی۔ جو یہودی جل گئے' وہ تو مر ہی گئے' لیکن جو آگ کے شعلوں سے بچ کر بھاگ نکلے' وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ صلیبیوں نے اِن میں سے ایک ایک کو چُن چُن کر ہلاک کیا۔

لیکن جتنی جلدی شہر کے فتح ہونے کی اُمید تھی' وہ پوری نہ ہوئی اور صلیبی فوج پر پانی کے قحط اور سخت گرمی کا وبال آ گیا۔ لوگوں میں پھر وہی مایوسی پیدا ہو گئی اور بہت عذاب اٹھائے۔ یافہ کی بندرگاہ پر اُن کی امداد کے لیے سامانِ رسد اور آلات جنگ سے بھرے ہوئے جہازوں کے آنے کی خبر آئی' مگر اس خبر نے کہ مسلمانوں نے اُن کو جلا دیا ہے' پھر وہی مایوسی پھیلا دی۔

مگر محصور مسلمانوں کو عیسائیوں کے حال کی زیادہ خبر نہ تھی اور عیسائیوں کو مسلمانوں کا ہر وقت کا حال اندرون شہر کے عیسائیوں کے ذریعے سے معلوم ہوتا رہتا تھا۔ اس سے عیسائیوں کو بہت تقویت ملی۔ جب اُنہوں نے فصیل کی اندرونی دیوار توڑنے کے لیے بہت سی مشینیں تیار کر لیں تو صلیبیوں کی مایوسی نے ان کی ہمت اور جوش کو پھر بڑھا دیا۔ مشینوں میں سے تین چار بالکل نئی قسم کی اور میناروں کی شکل کی بہت لمبی تھیں اور نقل و حرکت کر سکتی تھی۔ وہ فصیل کی بُرجوں سے بھی بلند تھیں۔ ان کے تین مختلف درجے تھے جن میں کاریگر' سپاہی اور سردار سب بیٹھ کر کام کر سکتے تھے۔ دیوار کے قریب پہنچ کر مشینوں سے دیوار پر پل بنانے کا سامان بھی موجود تھا۔

صلیبیوں نے 13 جولائی 1099ء کو ایک بڑا حملہ شہر پر کیا' مگر مسلمان ایسی بہادری سے لڑے کہ عیسائیوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھا کر واپس ہونا پڑا' لیکن رات کو عیسائیوں نے اپنے محاصرے کی شکل تبدیل کر دی اور مشینیں بھی پہلی جگہ سے ہٹا کر دوسری طرف لگا دیں۔ مسلمانوں نے صبح اُٹھ کر یہ حال دیکھا تو بہت سراسیمہ ہوئے' کہ جہاں کہیں انہوں نے اپنی حفاظت اور اپنی طاقت کا انتظام کر رکھا تھا' وہ تبدیل کرنا دشوار معلوم ہوا۔ عیسائیوں نے طلوعِ آفتاب سے پہلے بڑی سرگرمی سے حملہ شروع کر دیا۔ مشینوں سے پتھر مارنے اور تیر اور برچھی سے کام لینے میں نہایت جوش و خروش کا مظاہرہ کیا' لیکن مسلمان بھی بڑی عجلت اور مستعدی سے حسبِ ضرورت ہر جگہ پہنچ گئے' جس کی وجہ سے صلیبیوں کو ہر طرف سے زک ملی۔ تیر' برچھیاں' جلتا ہوا تیل' آگ اور چودہ مشینیں جو مسلمانوں نے اسی اثناء میں عیسائیوں کے جواب میں بنائی تھیں' بڑی سرعت سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ مسلمانوں نے ٹوٹی ہوئی دیوار کے سوراخ سے نکل کر عیسائیوں کی مشینوں کو جلا دینے کی کوشش کی اور عیسائیوں کو تتر بتر کر دیا۔ شام کے قریب گاڈفرے اور ٹنکرڈ کی مشینیں ناقابلِ حرکت ہو گئیں اور ریمنڈ کی مشین ٹوٹ کر پُرزہ پُرزہ ہو گئی۔

بارہ گھنٹے کی شدید لڑائی نے کوئی فیصلہ نہ کیا۔ رات دونوں لشکروں کی بے قراری میں گزری۔ مسلمانوں کو شب خون کا خوف تھا اور عیسائیوں کو یہ اندیشہ تھا کہ مسلمان باہر نکل کر اُن کی مشینیں نہ جلا دیں۔ لیکن مسلمانوں کو فصیل کی مرمت کرنے ہی سے فرصت نہ ہوئی اور صبح ہو گئی۔ عیسائی بھی شب بھر اپنی مشینوں کی حفاظت اور دُرستی اور دوسرے دن کے انتظامات کی تیاری میں مصروف رہے' اور صبح دم دونوں فوجیں لڑنے کے واسطے ویسی ہی تیار اور مستعد تھیں۔

عیسائیوں کا پہلا حملہ نہایت سخت اور شدید تھا' مگر مسلمان بھی اپنے دفاع میں پُر جوش اور بہادر تھے۔ دو پہر تک لڑائی دونوں طرف سے مساوی جوش اور طاقت کے ساتھ جاری رہی۔ فرانسیسی مورخ مچاڈ اس روز کی لڑائی کے بارے میں لکھتا ہے:

''لڑائی اب دوپہر تک جاری رہ چکی تھی اور عیسائیوں کو کوئی اُمید شہر کو فتح کرنے کی نہیں ہوئی تھی۔ اُن کی تمام مشینیں آگ سے جل رہی تھیں' اور آگ بجھانے کے لیے پانی کی ضرورت تھی' بلکہ اس سے زیادہ سرکہ کی ضرورت تھی' کیونکہ صرف اُسی سے اِس قسم کی آگ بجھ سکتی تھی' جس کو محصورین استعمال کر رہے تھے۔ سب سے بہادر لوگوں نے اپنے برجوں اور مشینوں کو بربادی سے بچانے کے لیے اپنے آپ کو سخت خطرے میں ڈالا۔ آگ نے اُن کی ڈھالوں اور کپڑوں کو بھی جلا دیا۔ اکثر فصیل کے نیچے مارے گئے اور جو برجوں پر تھے' اُن کے اعصاب شل ہو کر رہ گئے اور بہت سے عیسائی پسینے' گرمی اور اپنے ہتھیاروں کے وزن سے چُور' ہمت ہار بیٹھے۔ مسلمانوں نے جب اُن کا یہ حال دیکھا تو انہوں نے خوشی سے نعرے بلند کیے۔''

صلیبی اپنی قسمت پر رو رہے تھے کہ اچانک جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ گاڈفرے کی مینار نما مشین باوجود پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ اور آگ کی بارش کے' دیوار سے اتنی قریب ہو گئی کہ اُس کا پل دیوار پر لگا لیا گیا' اور مسلمانوں کی مشینوں اور گھاس پھوس اور اُون کے بوروں پر جلتے ہوئے تیر برسائے گئے جن سے شہر کی آخری دیوار محفوظ تھی۔ ہوا نے آگ کی مدد کی اور شعلوں کو مسلمانوں پر پھیلا دیا جو شعلوں اور دھوئیں کے غبار میں گھر کر صلیبیوں کے نیزوں تلواروں کے سامنے پسپا ہو گئے۔

تب گاڈفرے اور دوسرے سردار ایک نئے معجزے سے جوش میں آ کر شہر میں داخل ہوئے اور آخر کار انہوں نے شہر کا بڑا دروازہ صلیبیوں کے لیے کھول دیا۔ شہر کے اندر گلیوں میں بھی دست بدست لڑائی ہوئی' یہاں تک صلیبیوں نے یروشلم کو فتح کر لیا۔ شہر فتح کر لینے کے بعد انہوں نے مسلمان مردوں' عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا' اُسے عیسائی مورخوں نے اپنے انداز میں چٹخارے لے لے کر لکھا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے: ''انہوں نے یروشلم کو' جس کو چھڑانے کے لیے وہ آئے تھے اور جس کو آئندہ اپنا ہی ملک تصور کرتے تھے' خون اور ماتم سے بھر دیا۔ قتل و غارت اور خون ریزی کا ایسا خوفناک منظر چشم فلک نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جو لوگ گاڈفرے اور ٹنکرڈ اور اُن کے رضا کاروں کی تلواروں سے بچے' وہ پادریوں کے ہتھے چڑھ گئے' جو پہلے ہی سے مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔ گلیوں میں اور گھروں میں گھس کر مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کے لیے کوئی جائے اماں نہ رہی۔ بعضوں نے فصیل سے کود کر موت سے بچنے کی ناکام کوشش کی۔ دوسرے گروہ در گروہ پناہ لینے کے لیے مسجدوں میں گئے' لیکن عیسائیوں کے تعاقب اور قتلِ عام سے مسجدیں بھی نہ بچ سکیں۔ جب عیسائی مسجد عمرؓ پر قابض ہو گئے' جس میں مسلمانوں نے پناہ لی تھی اور کچھ دیر کے لیے زندگی کے آخری سانس لیے تھے' تو ایک ہیبت ناک بربریت اور قتل و خوں ریزی کا خوفناک منظر ہوا۔ گھڑسوار پیادہ عیسائی مسجد میں داخل ہو کر ایک ایک مسلمان کو چن چن کر ہلاک کرنے لگے۔

گریہ وزاری اور موت کی چیخوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ فاتح مفتوحین کی لاشوں کا مثلہ کر رہے تھے۔ مورخ ریمنڈ دی اگلیس کا یہ چشم دید بیان ہے کہ: ''مسجد کے اندر اور صحن میں مسلمانوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک پہنچ گیا تھا۔ مورخ جوسفس لکھتا: ''مقتولین کی تعداد اُن مسلح سپاہیوں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی' جنہوں نے اُن کو اپنے انتقام کا ہدف بنایا۔ یرون کی پہاڑیاں اُن جگر پاش چیخوں سے' جو مسجد عمرؓ سے نکل رہی تھی' گونج رہی تھیں۔''

تیسرے دن کی کونسل کا فتویٰ

اِس قتل عام سے بہت سے مسلمان بچ رہے تھے' جن کے بارے میں تیسرے دن کی کونسل نے تمام مسلمانوں کی موت کا فتویٰ دے دیا۔ مورخ مچاڈ لکھتا ہے: ''تمام مسلمان جن کو پہلے دن انسانیت کی رمق نے یا خون ریزی سے تھک جانے یا قیمتی فدیہ وصول کرنے کی اُمیدوں نے بچا لیا تھا' ذبح کر ڈالے گئے۔ مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ فصیل کے میناروں اور مکانوں کی چھتوں سے چھلانگ لگا کر خودکشی کریں۔ اور اُن کو آگ کے الاؤ میں پھینک کر مارا گیا' اور اُن کو تہہ خانوں اور پناہ گاہوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا گیا اور بازار میں لا کر گردنیں اڑا کر لاشوں کے ڈھیر پر پھینکا گیا۔ نہ خواتین کی گریہ وزاری' نہ بچوں کی چیخیں اور نہ اُس مکان کا احترام جہاں حضرت یسوع مسیحؑ نے اپنے قاتلوں کو معافی دی تھی' غضب آلود عیسائیوں کے دل نرم کر سکا۔ اس قدر خون ریزی اور قتل عام کیا گیا کہ مورخ البرٹ ڈی ایکس کے بیان کے مطابق: ''لاشوں کے نہ صرف محلوں' مسجدوں اور گلی کوچوں ہی میں ڈھیر لگے ہوئے تھے' بلکہ نہایت ویران اور سنسان جگہوں میں بھی انبار لگ رہے تھے۔''

''تمام مسلمان جن کو پہلے دن انسانیت کی رمق نے یا خون ریزی سے تھک جانے یا قیمتی فدیہ وصول کرنے کی اُمیدوں نے بچا لیا تھا' ذبح کر ڈالے گئے۔ اُن کو تہہ خانوں اور پناہ گاہوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا گیا اور بازار میں لا کر گردنیں اڑا کر لاشوں کے ڈھیر پر پھینکا گیا۔

ایک ہفتے کے اندر اندر ستر ہزار سے زیادہ مسلمان قتل کیے گئے' لیکن اب اِس امر کا خوف لاحق ہو گیا کہ بازاروں' گلیوں' گھروں اور مسجدوں میں جو لاشوں کے انبار لگے ہوئے ہیں اُن کے تعفن سے وبائی بیماریاں نہ پیدا ہوں۔ چنانچہ صلیبی سرداروں نے گلیاں صاف کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان قیدی جو فاتح کی تلواروں سے بچے تھے' اُن کو حکم دیا گیا کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں کی بگڑی ہوئی لاشیں اٹھائیں اور بیت المقدس سے باہر لے جا کر گڑھوں میں دفن کریں۔ وہ روتے تھے اور لاشوں کو یروشلم سے اٹھا کر باہر لے جاتے تھے۔

عیسائیوں نے باہم یہ قرارداد کی تھی کہ جو شخص جس جگہ یا مکان پر پہلے پہنچ کر قابض ہوئے وہ اُسی کا ہو گا۔ مسلمانوں کے بنے بنائے اور آراستہ مکانات مع سامان عیسائیوں کے قبضے میں چلے گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی تعمیر کردہ مسجد میں سب سے پہلے ٹنکرڈ پہنچا تھا۔ چنانچہ وہی اس مقدس مسجد اور اُس دولت و سامان کا جو اِس میں پایا گیا' مالک قرار پایا۔ اس دولت میں بیس شمع دان طلائی کے' ایک سو بیس شمع دان چاندی کے' ایک بڑا فانوس اور چاندی کا بہت سا سامانِ آرائش تھا۔ یہ غنیمت اِس قدر تھی کہ ٹنکرڈ کو اِن کو جمع کر کے لے جانے میں دو روز صرف ہوئے اور یہ اسباب چھکڑوں میں لادا گیا۔

اب صلیبیوں نے یروشلم بھی فتح کر لیا تھا اور انہوں نے اِس شہر کو مسلمانوں سے چھین لینے کا جو عہد کیا تھا' وہ پورا ہو چکا تھا' اس لیے اب وہ اپنے اپنے ملک کو واپس جانا چاہتے تھے' لیکن انہیں وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے یہ بھی طے کرنا تھا کہ وہاں کا بادشاہ کسے بنایا جائے۔ نائٹوں (افسروں) کی مجلس ہوئی۔ 22 جولائی کو قرعہ اندازی ہوئی۔ قرعۂ فال گاڈفرے دی بوئکن کے نام نکلا اور مذہبی پیشوا ایک پادری ارنلف کو منتخب کیا گیا جس کی بدچلنی کی بہت سے شکایتیں کی گئی ہیں۔

گاڈفرے نسبتاً نوجوان آدمی تھا اور سب سے پہلا شخص تھا جو لڑتا بھڑتا یروشلم کے اندر داخل ہوا تھا۔ اُس نے انطاکیہ میں بوہمنڈ سے بادشاہت کے لیے جھگڑا نہیں کیا تھا' اس وجہ سے بھی اُسے یروشلم کی بادشاہت کا اہل سمجھا گیا۔ گاڈفرے کے انتخاب میں نائٹوں کے سامنے یہ بات بھی تھی کہ اگر مسلمانوں نے بیت المقدس پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے حملہ کیا تو اُس وقت سب عیسائی بادشاہوں کو متحد ہو کر مقابلہ کرنا پڑے گا' اس لیے یروشلم کے تخت پر کوئی ایسا آدمی ہونا چاہیے جو انطاکیہ کے عیسائی بادشاہ بوہمنڈ سے پُرخاش نہ رکھتا ہو اور وہ آدمی گاڈفرے تھا۔ یوں صلیبی جنگ صلیبیوں کی جیت اور مسلمانوں کی شکست پر ختم ہوئی۔

دعائے مغفرت

ہمارے سابق رفیق تنظیم محمد یامین جن کا تعلق تنظیم اسلامی شاہ فیصل ملیر سے تھا' انتقال کر گئے ہیں۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے' اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بجٹ (2006-2007) پر ایک نظر

وسیم احمد

مالی سال 07-2006ء کا 1500 ارب روپے سے کچھ زائد بجٹ پیش کیا جا چکا ہے' جو حجم کے اعتبار سے پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ ہے۔ یہ بجٹ 373.3 ارب روپے کے خسارے پر مبنی ہے۔ حکمران اسے عوام دوست بجٹ کہہ دے رہے ہیں جبکہ اپوزیشن اسے ریلیف کے نام پر ''تکلیف دہ'' بجٹ قرار دے رہی ہے۔ اس بجٹ میں نئے ٹیکس لگانے پر ''ہاتھ ہولا'' رکھا گیا ہے بلکہ کئی شعبوں میں ٹیکس اور ڈیوٹیاں کم کی گئی ہیں۔ سرکاری ملازموں اور پنشنر حضرات کی مراعات میں اضافہ کیا گیا ہے۔ صنعتی شعبے کے کارکنوں کی کم از کم تنخواہ 4 ہزار روپے کی گئی ہے۔ زرعی شعبے پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ کھاد کے علاوہ زرعی آلات کو بھی سستا کیا گیا ہے۔ بجٹ کی مختصر جھلکیوں کے بعد قدرے تفصیل بھی ملاحظہ فرمالیں۔

شعبہ تعلیم

آٹھویں جماعت تک کتابیں' کاپیاں اور سٹیشنری طلبہ کو مفت مہیا کرنے کا عزم کیا گیا ہے۔ تعلیم کا بجٹ بڑھایا گیا ہے اور ''اچھی کارکردگی'' کے حامل اساتذہ کو خصوصی الاؤنس دینے کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اچھی کارکردگی کسے کہتے ہیں اور اچھی کارکردگی کے معیار پر کون کون پورا اترتا ہے۔ میرٹ یا اقرباء پروری۔

پراپرٹی

بجٹ میں پراپرٹی کے بزنس اور کرائے کی آمدن پر 2 سے 5 فیصد ٹیکس لاگو کیا گیا ہے۔ اسی طرح سٹاک مارکیٹ بھی ٹیکسوں کی زد میں آئی ہے۔ یاد رہے کہ گزشتہ بجٹ آنے پر بھی شنید یہ تھی کہ پراپرٹی بزنس پر ٹیکس لگایا جا رہا ہے لیکن عین موقع پر اسے روک لیا گیا تھا کیونکہ شاہ اور شاہ کے وفاداروں کے سارے پلاٹ نہیں بکے تھے۔ اب چونکہ چڑیاں کھیت چگ گئی ہیں اس لیے یہ ''قومی فریضہ'' بھی بالآخر انجام دے دیا گیا ہے۔

ڈیم

حالیہ بجٹ سے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ دیامیر بھاشا ڈیم کے افتتاح سے ملک کی آبی ضروریات پوری ہو گئی ہیں۔ جس ڈیم کا بہت شور سنتے تھے اس کا ذکر کرنا بھی مناسب خیال نہیں کیا گیا اور کالاباغ کے حوالہ سے فی الحال عوام کو سبز باغ دکھایا جا رہا ہے۔

زراعت

حکومت نے زرعی شعبے کو مراعات سے نوازا ہے۔ ڈیری مصنوعات کی پیداوار پر سیلز ٹیکس ختم کیا گیا ہے۔ زرعی قرضوں کی دستیابی بھی آسان بنانے کا عندیہ دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لائیوسٹاک کے آلات پر بھی ڈیوٹی ختم کر دی گئی ہے۔ پولٹری کی صنعت کو ''برڈ فلو'' کے اثرات سے نکالنے کے لیے ایک ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اگرچہ امید نہیں کہ مفاد پرستوں کے پروپیگنڈا سے یہ تباہ حال انڈسٹری اب بحال ہو سکے۔

صحت

حالیہ بجٹ میں صحت کے شعبے کے لیے 4 ارب روپے رکھے گئے ہیں حالانکہ ملک میں عوام کے گرتے ہوئے صحت کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے حکومت کی طرف سے اس مد میں زیادہ رقم لگانے کی امید کی جا رہی تھی۔ اس لیے کہ روٹی سے محروم غریب عوام دوا کے پیسے کہاں سے لائیں۔ ایک ویلفیئر سٹیٹ کا فرض ہے کہ وہ عوام کو بنیادی سہولتیں فراہم کرے۔

ترقیاتی منصوبے

وفاقی بجٹ میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے سب سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔ گزشتہ سال اس مد میں 2 کھرب 70 ارب روپے رکھے گئے تھے۔ اس سال اس میں ریکارڈ اضافہ کر کے 4 کھرب 35 ارب روپے کر دیا گیا جو قابل تحسین ہے۔ تیل کی قیمتوں میں اضافہ اور اکتوبر کے زلزلہ کی تباہ کاریوں کے باوجود ترقیاتی منصوبوں کے لیے اتنی بڑی رقم مختص کرنا حکومت کی خود اعتمادی کا مظہر ہے' لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ ان بھاری بھر کم منصوبوں کے باوجود عوام گندہ پانی پی کر مر رہے ہیں اور ہسپتالوں میں دوائیں دستیاب نہیں ہیں۔ سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں اور گٹر غلاظت اُگل رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اتنی کثیر رقم کہاں خرچ ہو رہی ہے؟ خرچ بھی ہو رہی ہے یا بیوروکریسی کی جیبوں میں جا رہی ہے۔

یوٹیلٹی سٹورز پر سستی اشیاء کی فراہمی

حکومت نے مہنگائی میں پسی ہوئی عوام کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ اسے اشیائے ضرورت یوٹیلٹی سٹورز پر سستے داموں فراہم کی جائیں گی۔ یہ عوام سے بہت بڑا مذاق ہے۔ چار سو سے کم یوٹیلٹی سٹورز 15 کروڑ عوام کو کیسے اشیاء فراہم کریں گے۔ یہ محض سیاسی شعبدہ بازی ہے۔ وہ دیہاڑی دار مزدور جو سارا دن لائن میں کھڑا ہو کر دال اور چینی حاصل کرے گا اپنا روزگار کمانے کب جائے گا۔

سارے بجٹ پر اگر سرسری نگاہ ڈالی جائے تو قابل تحسین بات صرف یہ ہے کہ گیارہ سو والی کھاد کی بوری کی قیمت پانچ سو روپے کر دی گئی ہے۔ اگر بجلی' پٹرول' ڈیزل اور پانی بھی سستا کر دیا جائے تو سبز انقلاب آ سکتا ہے لیکن حکومت نے ایسی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی۔

❁❁❁

بقیہ: اداریہ

ایسی اخلاقی گراوٹ اور ذہنی پستی کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم کسی مرنے والے مسلمان کے حق میں نہ صرف خود دعائے مغفرت نہ کریں بلکہ اپنے اختیارات کو غلط استعمال کر کے دوسروں کو بھی اس سے روک دیں۔ مسلمان حکمرانوں کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ اختیارات تمہیں اللہ رب العزت نے بطور آزمائش عطا کیے ہیں اور انسانی تاریخ میں امریکہ جیسی کئی سپر قوتیں گزری ہیں اور پھر وہ یوں ملیا میٹ کر دی گئیں کہ کوئی ان کا نام لینے والا نہ رہا۔ تاریخ میں ان کے حصہ میں صرف نفرت آئی' اور یہ بھی یاد رہے کہ ہر سپر پاور اپنے وقت میں یوں ہی دکھائی دیتی تھی جیسے اس کی قوت اور اقتدار کبھی ختم نہ ہوگا۔ تاریخ کا سبق یہ ہے کہ رہے نام اللہ کا! OO

❁❁❁

کیا پاکستان میں ایسا نہیں ہو سکتا؟

اخبارات میں اکثر کشمیری' فلسطینی' انڈونیشی' لبنانی اور عراقی خواتین کی تصاویر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ان تمام مسلمان خواتین میں ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے' اور وہ ہے ہر حالت میں دوپٹے یا سکارف سے سر ڈھانپنا۔ یہ عظیم خواتین کسی بھی حالت میں اپنے سر سے دوپٹہ نہیں ہٹنے دیتیں۔ درحقیقت عورت کا سر ڈھانپنا قرآن کا حکم ہے۔ ازواج مطہراتؓ کی سنت ہے اور مسلمانوں کی سماجی قدر رہے۔ بائبل میں بھی سر ڈھانپنے کا حکم موجود ہے۔ ہماری اسلامی مشاورتی کونسل بھی متعدد بار حکومت کو مشورہ دے چکی ہے کہ وہ گھر سے باہر خواتین کی ستر پوشی کے لئے آرڈیننس جاری کرے۔ مغربی ممالک میں زیر تعلیم ہماری مسلمان بچیاں سر ڈھانپنے پر اس حد تک مصر ہیں کہ وہ اس سلسلے میں اعلیٰ ترین عدالتوں سے رجوع کر رہی ہیں اور وہ سر کے سکارف کو تحصیل علم پر ترجیح دے رہی ہیں۔ کیا پاکستان میں ایسا نہیں ہو سکتا ہے؟

(سید مظہر علی ادیب)

پاکستان اسٹیل ملز کی نجکاری یا کھلی بدعنوانی

بنت امید

31 مارچ 2006ء کو حکومت پاکستان نے پاکستان اسٹیل ملز کی نجکاری مکمل کر لی۔ یہ نجکاری کیوں کی گئی اور کس کے کہنے پر کی گئی یہ ایک الگ باب ہے لیکن عوام کے سامنے بظاہر یہ کہا گیا کہ قومی اداروں کی نجکاری ملک کی ترقی میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ معاشیات کا یہ اصول بالکل درست ہے اور ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ لیکن پاکستان میں ہونے والی نجکاریوں اور خاص طور پر اسٹیل مل کی نجکاری نے اہل ہوش کے ہوش اُڑا دیئے ہیں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اس سودے کو نجکاری کہیں گے یا بندر بانٹ۔ اسے دیکھ کر تو وہ محاورہ یاد آ گیا کہ مال مفت دل بے رحم۔ لیکن یہ مفت کا مال نہیں تھا۔ اسٹیل مل مجموعہ تھا ایک کثیر سرمائے کا' پاکستانی عوام کی ان گنت محنت کا' بیرونی ماہرین کی تکنیکی مہارت کا اس کی تعمیر میں بہت سی انسانی جانیں حادثات کا شکار ہوئیں' کئی بیرونی ممالک کے ماہرین بھی موت کا نوالہ بنے۔ شب و روز کام ہوا۔ صرف کام کرنے والوں کے رہنے کے لیے جو عارضی خیمے لگائے گئے ان کو دیکھ کر ایک بستی کا گمان ہوتا تھا۔ جن لوگوں نے اسٹیل ملز کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ جانتے ہیں کہ اس کو ایک چھوٹا سا شہر کہا جا سکتا ہے۔ ساڑھے چار ہزار ایکڑ پر پھیلے ہوئے پاکستان کے اس سب سے بڑے انجینئرنگ یونٹ میں کیا کچھ نہیں ہے۔

اس کی تعمیر کا آغاز 1976ء میں ہوا لیکن اس سے پہلے جنوری 1969ء میں پاکستان اسٹیل نے سابق سوویت یونین کی نامور کمپنی میسرز تیاج پروم ایکسپورٹ کے ساتھ گفت و شنید کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں جنوری 1971ء میں فریقین کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ سابق سوویت یونین کراچی سے 40 کلومیٹر دور جنوب مشرق میں بن قاسم کے مقام پر لوہے اور فولاد سازی کے کارخانے کے قیام کے لیے تکنیکی اور معاشی معاونت فراہم کرے گا۔ چنانچہ 1973ء میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ 1976ء میں تعمیر کا آغاز ہوا اور 1981ء میں تکمیل کے مراحل طے کر کے پیداوار کا آغاز کیا گیا۔ اس کی تعمیری لاگت 25 ارب روپے ہے۔ اور یہ 25 ارب روپے اس وقت کے ہیں جب ڈالر کی قیمت 8 روپے تھی۔ ہر چیز کی قیمت آگے کی طرف بڑھ رہی ہے' چاہے وہ گائے کے چارے کے طور پر استعمال ہونے والا بھوسہ ہو یا غریب کے چولہے کو جلانے والی لکڑیاں لیکن حیرت ہے پاکستان اسٹیل ملز کو وقت نے سستا کر دیا۔

اسٹیل ملز کے قریب آج کل ایک پرائیوٹ اسٹیل پلانٹ کی تنصیب کا آغاز بھی ہو رہا ہے' جو کہ صرف 220 ایکڑ پر مشتمل ہے لیکن اس کی تعمیری لاگت کا تخمینہ تقریباً 11' 12 ارب لگایا گیا ہے جبکہ ساڑھے چار ہزار ایکڑ پر تعمیر شدہ اسٹیل ملز صرف 21 ارب 63 کروڑ روپے میں عطا کر دیا گیا۔ اگر ہم صرف زمین ہی کی بات کریں تو اس وقت ایک ایکڑ صنعتی زمین کی قیمت ایک کروڑ روپے چل رہی ہے۔ اس حساب سے ساڑھے چار ہزار ایکڑ صنعتی زمین کی ہی قیمت صرف 45 ارب روپے بنتی ہے۔

ایک اور چشم کشا حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ کی جس کمپنی کو پاکستان اسٹیل ملز کی لاگت کا اندازہ لگانے کے لیے بلایا گیا تھا اس نے اس کی لاگت تقریباً 90 ارب روپے لگائی تھی لیکن اسے صرف 21 ارب 63 کروڑ روپے میں فروخت کر دیا گیا۔

> چشم کشا حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ کی جس کمپنی کو پاکستان اسٹیل ملز کی لاگت کا اندازہ لگانے کے لیے بلایا گیا تھا اس نے اس کی لاگت تقریباً 90 ارب روپے لگائی تھی لیکن اسے صرف 21 ارب 63 کروڑ روپے میں فروخت کر دیا گیا

ساڑھے چار ہزار ایکڑ زمین کے علاوہ کیا کچھ ہے جو اس ادارے میں نہیں ہے' بے شمار عمارتیں' مشینیں' بھٹیاں' کرینیں' گاڑیاں' ریل کا نظام' پورٹ قاسم میں ذاتی برتھ' تھرمل پاور پلانٹ' آکسیجن پلانٹ' دیوقامت واٹر ریزرونگ ٹینک اور بہت کچھ۔

اس کے علاوہ اسٹیل ملز کے ملازمین کے لیے رہائشی کالونی' سکول' کیڈٹ کالج' سو بستروں پر مشتمل ہسپتال اور ہزاروں ایکڑ زمین جو کہ سب کے سب PIDC کی تحویل میں چلے گئے حالانکہ اس سے پہلے گلشن حدید فیز I اور فیز II کے نام سے اسٹیل ملز کے ملازمین کو مکانات قیمتاً دیئے گئے تھے اور اب بھی یہ خبر گرم تھی کہ گلشن حدید فیز III کا اعلان کیا جائے گا اور ملازمین کو مناسب داموں میں پلاٹ فروخت کئے جائیں گے لیکن ملازمین بیچارے آس اور اُمید کے درمیان ہی لٹکے رہ گئے اور ساری کی ساری زمین PIDC کے پاس چلی گئی۔

اسٹیل ملز کے ملازمین اس وقت ایک عجیب بے یقینی کی کیفیت میں گرفتار ہیں۔ نہ ان کو اپنی نوکریوں کے باقی رہنے کا یقین ہے اور نہ کسی بہتر پیکج کے ملنے کی امید (نوکری ختم ہونے کی صورت میں)۔ اس تناؤ کی فضا میں کتنے ہی ملازمین ہائی بلڈ پریشر اور عارضۂ قلب میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کے چہرے سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں کہ کیا اس عمر میں جب کے ذمہ داریاں سر پر بوجھ بنی ہوتی ہیں' کچھ پیسے ہاتھوں میں پکڑا کر نوکری سے باہر کر دیا جائے گا۔ پھر اس رقم سے ہم سر چھپانے کو مکان کا بندوبست کریں گے اولاد کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں گے یا ناتجربہ کاری کے سبب کاروبار کر کے اس رقم سے بھی ہاتھ دھو لیں گے۔ پھر دوسری جگہ نوکری اگر ملے گی تو کیونکر کہ جس ملک میں بیروزگاری پہلے ہی اتنی زیادہ ہو کہ لوگ اس سبب سے خودکشیوں پر مجبور ہوں' وہاں ان نئے بے روزگاروں کو کون رکھے گا جن کی عمریں بھی اتنی زیادہ ہو چکی ہیں۔ کاش ارباب اختیار عوام کے لیے ہمدردانہ طرز عمل اختیار کرتے۔

اسٹیل ملز تو وہ سونے کی چڑیا تھی جو سونے کے انڈے دیتی رہی یعنی فائدہ پہنچاتی رہی اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد خوش اور مطمئن زندگی گزارتی رہی اور گورنمنٹ کو بھی ایک کثیر رقم ٹیکسز کی صورت میں حاصل ہوتی رہی۔

اس ادارے کو بہت سے لوگوں نے لوٹا کھسوٹا یہاں تک کہ عثمان فاروقی نامی ایک چیئرمین صرف ایک سال کے عرصے میں سات ارب روپے کی بدعنوانی کر گیا۔ لیکن یہ ادارہ تھوڑا ڈگمگانے کے بعد دوبارہ سنبھل گیا۔ اب نہ صرف یہ کہ پاکستان اسٹیل مل حکومت کو ہر سال اربوں روپے کا ٹیکس دیتا ہے بلکہ اس پر کسی قسم کا قرضہ بھی نہیں ہے۔ یہ تو خود ہر سال اربوں روپے کا منافع کماتا ہے۔ مگر افسوس کہ زیادہ انڈے حاصل کرنے کی لالچ میں اس سونے کے انڈے دینے والی چڑیا کو ذبح کر دیا گیا۔

اور افسوس تو اس روش پر بھی ہے کہ اتنے بڑے واقعے پر یا یوں کہیے کہ اتنے بڑے ابہام پر کسی اخبار میں اس زاویے سے کوئی خبر نہیں لگی۔ تمام سیاسی شخصیتیں' تمام اہل دانش' تمام ماہرین معاشیات و اقتصادیات خاموش ہیں' اتنی گہری خاموشی چہ معنی دارد؟ کیا یہ زبانیں خاموش کروا دی گئی ہیں یا ہماری بے حسی ہی انتہاؤں کو پہنچی ہوئی ہے۔

اور بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی کہ قومی اداروں کو مبہم انداز میں ختم کر دیا گیا یا بیچ دیا گیا۔ بلکہ یہاں سے سوچ کا ایک نیا در کھلتا ہے کہ عوام الناس (باقی صفحہ 19 پر)

وائلڈ لائف پارک

عباس اطہر

کبھی کبھی اکیلے بیٹھ کر اور آنکھیں بند کر کے اپنے اردگرد کے بارے میں سوچیں تو کیا ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ ہم ایک وائلڈ پارک یا ریزرو میں رہتے ہیں اور خود بھی وائلڈ لائف ہی کی ایک ترقی یافتہ قسم ہیں۔ وائلڈ لائف پارک بہت بڑے رقبے کے اس جنگل کو کہا جاتا ہے، جس کے اندر سیاحوں اور جانور دیکھنے والوں کی سہولت کے لیے سڑکوں کا جال بچھا ہوتا ہے۔ سیاح اپنی حفاظت کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یعنی ان کا فرض ہوتا ہے کہ دوران سیر جانوروں کو صرف کھڑکیوں سے دیکھیں۔ گاڑی سے باہر نہ آئیں۔ کسی بڑی ایمرجنسی کی صورت میں سیکیورٹی عملہ مدد کے لیے آ تا جاتا ہے لیکن محفوظ رہنے کی بنیادی ذمہ داری سیاحوں کی اپنی ہوتی ہے۔

شروع شروع میں جب یہ پارک بنے اور گاڑیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تو جانور ڈر جاتے تھے کہ یہ چار پہیوں والی مخلوق نہ جانے کیا بلا ہے؟ ہارن اور انجن کی آواز سن کر وہ دور بھاگ جاتے یا چھپ جاتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ مانوس ہوتے گئے۔ انہیں پتہ چل گیا کہ چار پہیوں والی مخلوق بے ضرر ہے۔ چیخنے یا غرانے کے سوا کچھ نہیں کرتی۔ اس کے اندر جو دوسری مخلوق بیٹھی ہے، وہ بھی ادھر ادھر دیکھنے کے سوا کوئی حرکت نہیں کرتی۔ آپ نے ٹی وی پر ایسے منظر بھی دیکھے ہوں گے کہ کوئی چیتا آ کر گاڑی کی چھت پر بیٹھ گیا یا شیر اس کے نیچے لیٹ گیا۔ ان پارکوں میں خوف جانوروں کو نہیں انسانوں کو ہوتا ہے۔ وہ اس لیے گاڑی سے باہر نہیں نکلتے کہ کوئی جانور اپنی جبلت سے مجبور ہو کر حملہ نہ کر دے۔

ہمارا ملک کچھ کچھ اس قسم کا پارک بن گیا ہے جہاں وہ تمام عام شہری اپنے تحفظ کے ذمہ دار ہیں جنہیں مسلح محافظ یا سیکیورٹی یا محفوظ رہائش گاہیں میسر نہیں۔ جانوروں کے ساتھ سخت زیادتی ہی سہی لیکن مجرموں کو ان سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ مجرم یہ حقیقت جاننے کے بعد قطعی بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہیومین لائف پارک میں انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ خود قانون نافذ کرنے والے بھی اس وقت تک محفوظ ہیں جب تک وہ گاڑیوں کے اندر رہیں یا احتیاط کا دامن نہ چھوڑیں۔

قانون کی حکمرانی قصہ پارینہ بن چکی ہے۔ اب جرم کی حکمرانی ہے جو اس دور کی یاد دلاتی ہے جب اٹلی میں مافیا کا ڈنکا بجتا تھا۔ وہ مافیا محدود تھا اور عام شہری اس کے دائرہ کار میں نہیں آتے تھے۔ ہمارے ہاں تہہ در تہہ مافیاؤں کا ایک ایسا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، جس سے کسی نہ کسی مرحلے پر ہر شہری کو واسطہ پڑ سکتا ہے۔ ہر جرم ایک کارپوریٹ ادارے کی شکل اختیار کر گیا ہے، جس کے بہت سے شعبے ہیں۔ ڈکیتیوں کو ہی لے لیجیے، اس شعبے میں طرح طرح کے کارٹل ہیں۔ کوئی مارکیٹیں اور دکانیں لوٹتا ہے۔

> مہنگائی ہو یا جرم، شہریوں کی بنیادی سہولتیں ہوں یا حقوق، ''ذمہ داروں'' کو ہر حقیقت کا علم ہے۔ وہ اپنی گاڑیوں اور گھروں میں محفوظ بیٹھ کر ہر تماشا دیکھتے ہیں۔ وہ کچھ نہیں کرنا چاہتے اور وائلڈ لائف پارک میں محض اپنے دورانیہ کی سیر کر رہے ہیں۔

کوئی گھروں میں وارداتیں کرتا ہے۔ سڑکوں، بسوں اور ٹرکوں کو قطار اندر قطار کھڑا کر کے لوٹنے والے اور ہیں۔ راہگیروں کے لیے ایک موبائل مافیا پیدا ہو چکا ہے۔ موبائل فون خواہ دو ہزار کا ہو یا بیس ہزار کا وہ گولی مارنے سے گریز نہیں کرتا۔ اس گولی کی قیمت تیس چالیس روپے سے سوا ڈیڑھ سو روپے تک ہوتی ہے۔ اس مافیا نے مزاحمت کا مطلب موت لکھ رکھا ہے۔ اس لیے اب بہت ہی کم لوگ مزاحمت کرتے ہیں۔ جگہ ویران ہو یا پرہجوم، فرار کے راستے کھلے ہوں یا رش کی وجہ سے بھاگنا مشکل نظر آتا ہو۔ موبائل مافیا اپنی واردات کر جاتا ہے اور آسانی سے بچ نکلتا ہے۔

جرم کے اور بھی بے شمار شعبے اور ان گنت سلسلے ہیں۔ ایک نہایت پیچیدہ نیٹ ورک کے تحت اکثر و بیشتر قانون ان مافیاؤں کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور وہ ایک اشارے پر اسے بے بس کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ حقیقت کا علم صرف مافیاؤں کو ہی نہیں، نااہل یا بے بس انتظامی اہلکاروں کو بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کبھی ''حکومتی رٹ'' نامی ایک چھوٹی سی چیز ہوا کرتی تھی۔ اب وہ بھی مزدور کے پسینے کی طرح مٹی میں مل چکی ہے۔ پچھلے آٹھ دس روز میں ہر روز یہ خبر شائع ہوتی رہی کہ صدر، وزیراعظم اور وزیر بجلی و پانی نے لوڈ شیڈنگ بند کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ یہ لوڈ شیڈنگ کہیں بند نہیں ہوئی اور اس کا ڈراپ سین کچھ یوں ہوا ہے کہ لوڈ شیڈنگ بند کرنے کا حکم دینے والی حکومت نے آخر کار لوڈ شیڈنگ کے دورانیے میں مزید اضافے کی اجازت دے دی ہے۔ کراچی میں بجلی کا بحران ڈیڑھ ماہ سے جاری ہے۔ ان گنت احکامات جاری ہوئے۔ حتیٰ کہ حکم وزیراعظم نے کراچی میں جا کر دیا کہ بس اب لوڈ شیڈنگ نہیں ہو گی۔ اگلے دن کراچی بدترین لوڈ شیڈنگ کے نرغے میں تھا۔ اتنی بدترین کہ لوگ پتھر اٹھا کر گھروں سے باہر نکل آئے۔ دوسری مثال آلودہ پانی کی ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق روزانہ دو اڑھائی سو بچے گیسٹرو کا شکار ہو کر لاہور کے ہسپتالوں میں پہنچ رہے ہیں۔ کراچی، حیدر آباد، گوجرانوالہ، فیصل آباد، شیخوپورہ اور نہ جانے کہاں کہاں اس مرض نے مصیبت کھڑی کر رکھی ہے۔ اس پر ستم یہ کہ ایک مسلسل حکم فضا میں گونجتا سنائی دیتا ہے کہ آئندہ کہیں سے آلودہ پانی کی شکایت آئی تو ذمہ داروں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

مہنگائی ہو یا جرم، شہریوں کی بنیادی سہولتیں ہوں یا حقوق، ''ذمہ داروں'' کو ہر حقیقت کا علم ہے۔ وہ اپنی گاڑیوں اور گھروں میں محفوظ بیٹھ کر ہر تماشا دیکھتے ہیں اور پریشان نہیں ہوتے۔ وہ اپنی لاتعلقی کا اعتراف بھی نہیں کرتے کہ کہیں لوگوں کو یہ حقیقت معلوم نہ ہو جائے کہ وہ کچھ نہیں کرنا چاہتے اور وائلڈ لائف پارک میں محض اپنے دورانیہ کی سیر کر رہے ہیں۔ ہر روز کبھی ایک طرف سے کبھی دوسری سے، کبھی تیسری یا چوتھی طرف سے گرد و غبار اٹھتا ہے۔ ہر روز خبر آتی ہے کہ کوئی نیا طوفان شہر پناہ کے دروازے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہر روز حکم جاری ہوتا ہے ''حلوہ پکاؤ''۔ (بشکریہ: روزنامہ ''نوائے وقت'')

ضرورت رشتہ

لاہور کی رہائشی مغل فیملی کو بیٹی، باپردہ، عمر 29 سال، تعلیم ایم اے انگلش، کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے موزوں رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-7415835 0300-9479026

☆☆☆

لاہور میں رہائش پذیر یوسف زئی فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 29 سال، ایم ایس سی کمپیوٹر، ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم، کے لیے دینی مزاج کا حامل رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ 0300-4248590

☆☆☆

لاہور کی رہائشی، اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی، عمر 34 سال، ملازمت پیشہ یا کاروباری دیندار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4543369

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ جہلم

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے 22 مئی بروز سوموار جہلم کا دورہ کیا۔ دورے کا مقصد رفقاء تنظیم سے ملاقات تھی۔ ان کے ساتھ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور شمیم صاحب بھی تھے۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد امیر محترم نے دفتر تنظیم اسلامی محمدی چوک میں رفقاء سے ملاقات کی۔ سوال و جواب کا سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہا۔

اس موقع پر اپنے خطاب میں امیر تنظیم نے کہا کہ جب تک ہم اللہ کے دین کو قائم نہیں کرتے یعنی خلافت کا نظام قائم نہیں ہوتا' ہم پر ذلت اور رسوائی کا کوڑا برستا رہے گا۔ رب کی جزوی اطاعت اور بندگی دنیا اور آخرت میں تباہی اور ہلاکت کا باعث بن رہی ہے۔ وعظ اور نصیحت کرنے والی بڑی بڑی جماعتوں کی محنت کے باوجود بے چارے مسلمانوں پر بجلیاں گر رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب بھی موقع ہے' اگر ہم پورے دین پر کاربند ہو جائیں' دین کو سربلند کرنے کی جدوجہد کو اپنا نصب العین بنالیں' اللہ کی راہ میں جہاد کریں جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے' امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ نہی عن المنکر بھی کریں' تو اللہ کا عذاب ہم پر سے ٹل جائے گا۔ اِن ذمہ داریوں کی ادائیگی دین اسلام کا تقاضا ہے۔

اس موقع پر ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی نے اپنے خطاب میں کہا کہ تنظیم اسلامی وہ واحد انقلابی جماعت ہے جو باطل نظام کے خلاف آواز بلند کرتی ہے' اور پُر امن طریقے سے اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتی ہے۔ نماز مغرب کے بعد رفیق تنظیم فخر الاسلام کے گھر کھانے کا انتظام کیا گیا تھا' کھانے کے بعد معزز مہمان ساڑھے آٹھ بجے لاہور روانہ ہو گئے۔

تنظیم اسلامی دیر اور بی بیوڑ کا مشترکہ دعوتی پروگرام

بمقام جامع مسجد چکیاتن 12 مئی کو تنظیم اسلامی دیر اور بی بیوڑ کا مشترکہ دعوتی اجتماع ہوا۔ جس میں دیر سے 5 رفقاء اور 8 رفقاء نے شرکت کی۔ بعد نماز ظہر راقم نے ''عظمت قرآن'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اِس پروگرام میں معزز علماء کرام اور 30 احباب بھی شریک ہوئے۔

بعد نماز مغرب حسین احمد نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے موضوع پر خطاب کیا' جسے 50 افراد نے سنا۔ نماز عشاء کے بعد راقم نے فکر آخرت کے موضوع پر سورہ الحاقہ کی چند آیات پر درس قرآن دیا۔ درس میں 10 احباب نے شرکت کی۔ اس کے ساتھ ہی پروگرام اختتام پذیر ہوا اور رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (مرتب: ممتاز بخت)

مرکزی شعبۂ دعوت کا بی بیوڑ میں سہ روزہ دعوتی پروگرام

مرکزی شعبہ دعوت کے تحت بی بیوڑ (ضلع دیر) میں 18 تا 20 مئی سہ روزہ دعوتی پروگرام ہوا۔ پروگرام کی تفصیل درج ذیل ہے:

18.05.06

نو بجے مرکزی نائب ناظم دعوت تنظیم اسلامی جناب اشرف وصی نے جامع مسجد اقصیٰ میں فرائض دینی کے موضوع پر لیکچر دیا' جس میں 20 احباب و رفقاء نے شرکت کی۔ دوران وقفہ موصوف نے گورنمنٹ پرائمری سکول بی بیوڑ میں اساتذہ کے سامنے تنظیم اسلامی کی دعوت پیش کی۔ بعد از نماز عصر مرکزی ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر نے مسجد اقصیٰ میں عبادت رب کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے عبادت کے مفہوم کو بہت احسن انداز میں واضح کیا۔ یہ درس 50 افراد نے سماعت کیا۔ بعد از نماز مغرب' جناب رحمت اللہ بٹر نے جامع مسجد سیری میں' ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے خوڑ مسجد میں جبکہ وصی صاحب نے مدرسہ تعلیم القرآن میں عبادت رب کے موضوع پر خطابات کئے۔ ان پروگراموں میں بالترتیب 35' 40 اور 30 احباب و رفقاء نے شرکت کی۔ نماز عشاء کے بعد جناب رحمت اللہ بٹر نے مدرسہ تعلیم القرآن میں عبادت رب کے موضوع پر خطاب کیا' جسے 25 احباب نے سنا۔

19.05.06

جناب اشرف وصی صاحب نے شہادت علی الناس کے موضوع پر مفصل لیکچر دیا۔ اس پروگرام میں 25 احباب و رفقاء نے شرکت کی۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک نے صبح آٹھ بجے گورنمنٹ پرائمری سکول بی بیوڑ میں اساتذہ کرام کے سامنے تنظیم اسلامی اور دیگر مذہبی اور سیاسی جماعتوں کا فرق واضح کیا۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ ساڑھے دس تا گیارہ بجے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے ''تنظیم اسلامی کی دعوت'' کے موضوع پر سرسید پبلک سکول سیری میں اساتذہ اور ممتاز طلبہ کے سامنے خطاب کیا۔ جامع مسجد اقصیٰ بی بیوڑ میں ڈاکٹر غلام مرتضیٰ خطبۂ جمعہ بھی دیا جبکہ بٹر صاحب کا خطاب جمعہ مسجد گندیگار میں ہوا۔ دونوں مساجد میں بالترتیب حاضری تقریباً 280 اور 150 افراد تھی۔

بعد از نماز عصر جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ اور اشرف وصی صاحب نے داروڑہ بازار کی مساجد میں فرائض دینی کے موضوع پر خطابات کئے جبکہ جناب بٹر صاحب نے مسجد اقصیٰ میں شہادت علی الناس کے موضوع پر گفتگو کی۔ بعد از نماز مغرب' بٹر صاحب نے جامع مسجد گندیگار میں شہادت علی الناس کے موضوع پر خطاب کیا جبکہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کے خوڑ مسجد میں' اور اشرف وصی صاحب کے مدرسہ تعلیم القرآن میں شہادت علی الناس اور اقامت دین کے موضوع پر خطابات ہوئے۔ ان میں بالترتیب 30 اور 35 احباب و رُفقاء نے شرکت کی۔

20.05.06

بعد از نماز فجر رحمت اللہ بٹر صاحب نے سورۃ الحشر کی دو آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ انہوں نے نو تا ایک بجے جامع مسجد اقصیٰ میں لیکچر دیا۔ اس دوران دیر کے چار رفقاء بھی گئے' اور آخر وقت تک درس میں بیٹھے رہے۔ فاضل مقرر نے اپنے دلچسپ انداز سے شرکاء کو متاثر کیا۔ اُن کے درس میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوئے' مثلاً اساتذہ' علمائے دین اور میڈیکل کے پیشے سے وابستہ افراد وغیرہ۔

اسی مسجد میں بعد از نماز ظہر رحمت اللہ بٹر صاحب نے درس حدیث دیا۔ آپ نے نماز عصر کے بعد اقامت دین کے موضوع ایک فکر انگیز خطاب کیا۔ جسے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی کثیر تعداد نے سُنا۔ خطاب کے آخر میں مختصر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ 60 احباب شریک محفل تھے۔ بعد از نماز مغرب جناب اشرف وصی صاحب جامع مسجد سیری میں متحدہ مجلس عمل' تبلیغی جماعت اور تنظیم اسلامی کے مابین فرق کی وضاحت کی' جبکہ رحمت اللہ بٹر صاحب نے جامع گندیگار میں اقامت دین کے موضوع پر خطاب کیا۔ سامعین پوری طرح ہمہ تن گوش تھے۔ 70 افراد نے خطاب کو سنا۔ اس کے ساتھ ہی یہ سہ روزہ دعوتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اور معزز تنظیمی عہدیدار واپس ہوئے۔ (مرتب: ممتاز بخت)

تنظیم اسلامی میرپور کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری

تنظیم اسلامی میرپور' آزاد کشمیر کے زیر اہتمام 27 مئی کو ماہانہ شب بیداری مسجد دارالسلام میں منعقد کی گئی' جس میں تقریباً 20 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ اس کے بعد ننھے عبداللہ نے حمد باری تعالیٰ پیش کی۔ مقامی امیر' محترم سید محمد آزاد نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 208 کے حوالے سے درس قرآن دیا۔

بعد ازاں پروفیسر عبدالباسط فاروقی نے دین و مذہب کے فرق کو عام فہم انداز میں واضح کیا۔ نماز عشاء اور عشائیہ کے بعد جواد احمد نے نعت رسول ﷺ پیش کی۔ فیاض اختر میاں نے تنظیم اسلامی کے تعارف کے متعلق مذاکرہ کرایا' جس میں شرکاء نے بھرپور حصہ لیا۔

''عبادت رب'' کے موضوع پر راقم نے مختصر گفتگو کی۔ بعد ازاں تعارفی نشست ہوئی۔ اس کے بعد اصلاح معاشرہ کے عنوان پر شبیر احمد سلفی نے بڑی فکر انگیز گفتگو کی' جسے سب نے سراہا۔ انہوں نے کہا کہ آج کے فرعون اور ماضی کے فرعون کے کردار میں کافی مشابہت پائی جاتی ہے۔ کل کا فرعون

اپنے اقتدار کے ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لیے بچوں کو قتل کرواتا تھا اور آج کا فرعون بھی اپنے طاغوتی نظام کی بقا اور توسیع کے لیے مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر اُن کا قتل عام کر رہا ہے۔ کل کا فرعون لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کرتا تھا' تو آج کا فرعون بھی ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر گامزن ہے۔ بدقسمتی سے اسلامی ممالک کے حکمران اُس کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

افتخار احمد نے تعارف تنظیم اسلامی بڑے احسن انداز میں پیش کیا۔ ان کی گفتگو کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ صبح پونے تین بجے بیداری ہوئی۔ نماز تہجد کے بعد مسنون دعائیں یاد کی گئیں۔ نماز فجر کے بعد سید محمد آزاد نے سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر 5 تا 8 کا درس دیا اور اس کے بعد رفقاء و احباب بندگی اور نظام بندگی کے قیام کا عزم لیے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (مرتب: ظفر اقبال)

حلقہ سرحد شمالی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی انقلابی جماعت ہے۔ اس کا ہدف نظامِ باطل کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ صالح' اسلامی نظام برپا کرنا ہے تاکہ اللہ زمین پر اللہ کے نظام کے ذریعے دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

حلقہ سرحد شمالی کے تحت 4 اور 5 جون کی درمیانی شب تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ اجتماع کے لیے حلقہ سرحد جنوبی کے دو رفقاء ڈاکٹر حافظ مقصود احمد اور قاضی فضل حکیم کو مدعو کیا گیا تھا۔ اجتماع کا آغاز بعد از نماز عصر ''منہج انقلاب نبوی'' کے موضوع پر قاضی فضل حکیم کی گفتگو سے ہوا۔ آپ نے نہایت مدلل انداز میں انقلاب کے نبوی طریق کو واضح کیا۔ بعد نماز مغرب شیریں گفتار ڈاکٹر حافظ مقصود نے ''اقبال اور قرآن'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ آپ نے اپنے خیالات کو انتہائی دلچسپ انداز میں شرکاء کے سامنے پیش کیا۔ سامعین اس لیکچر سے بہت محظوظ ہوئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ڈاکٹر مقصود حافظ قرآن کے ساتھ ساتھ حافظ اقبالیات بھی ہیں۔ چونکہ اس اجتماع کا دورانیہ انتہائی طویل تھا لہٰذا بہت سے موضوعات پر تقاریر ہوئیں' اور اجتماع رات بارہ بجے تک جاری رہا۔

اگلی صبح نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا۔ جس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ امیر حلقہ جناب محمد نعیم نے سامعین کے سوالات کے جوابات دیے۔ سہ ماہی مشاورت کی نشست بھی تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی۔

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے حلقہ سرحد شمالی کے مقامی رفقاء نے شبانہ روز محنت کی۔ اور حلقہ کے امیر جناب محمد نعیم پیرانہ سالی کے باوجود ہمہ وقت متحرک نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سعی کو قبول فرمائے۔ آمین! (مرتب: ابوکلیم نبی محسن)

جناب سید قاسم محمود صاحب کے لیے صدارتی ایوارڈ

ندائے خلافت کی مجلس ادارت کے رکن' کہنہ مشق صحافی' ممتاز مصنف' جناب سید قاسم محمود علمی اور صحافتی حلقوں میں ایک جانا پہچانا نام ہیں۔ قارئین ندائے خلافت کے لیے اُن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں' کیونکہ وہ ایک عرصے سے ندائے خلافت سے وابستہ ہیں اور مختلف سلسلوں کے تحت ان کے مضامین اس میں باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔ ندائے خلافت کے اب تک جتنے بھی ''خصوصی نمبرز'' شائع ہوئے' اُن میں سے بیشتر انہی کی تحقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

بحمد اللہ ندائے خلافت کی ان خصوصی اشاعتوں کو عوام و خواص میں زبردست پذیرائی ملی۔ انہی شماروں میں سے ایک اقبالیات پر مشتمل تھا' یعنی ''پیام اقبال بنام نوجوانانِ ملت'' اس نمبر کو ہمارے مکتبہ انجمن خدام القرآن نے کتابی صورت میں شائع کیا' بعد ازاں اقبال اکیڈمی سے بھی یہ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ قارئین کے لیے یہ بات باعث مسرت ہو گی کہ اس خصوصی نمبر پر فاضل مصنف کو صدارتی ایوارڈ دیا گیا ہے۔ یہ ایوارڈ جہاں ایک طرف فکر اقبال کے حوالے سے ''پیام اقبال نمبر'' کی بھرپور پذیرائی کا مظہر ہے' وہاں مصنف کی علمی کاوشوں اور تخلیقی صلاحیتوں کا برملا اعتراف بھی ہے۔ ادارہ انہیں اس پر مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ ان کی علمی' ادبی اور تخلیقی خدمات کا یہ سفر جاری رہے' آمین!

نامے میرے نام

مرشدی و استاذی حضرت ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ آپ کو سلامت رکھے اور آپ سے دین کی مزید خدمت لے۔ توفیق ایزدی اور شوقِ مطالعہ سے سفر کرتے کرتے آپ کی کتابوں تک جا پہنچا۔ یہاں مجھے وہ چیز ملی جس کی تلاش میں' میں برسوں سے تھا۔ میں نے اپنے مَن میں آپ کو اپنا مرشد اور استاد مانا ہے۔ دورِ حاضر میں اگر کوئی شخصیت اور جماعت منہج نبوی ﷺ کی ترجمانی کرتی ہے تو میرے نزدیک وہ آپ کی ذات سے جاری ہونے والا کام ہے۔ آپ کی تشریحات و توضیحات کو پڑھ کر بے ساختہ علامہ اقبالؒ کا درج ذیل شعر یاد آتا ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

میری بے چینی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ میں اب زندگی کا ایک بھی لمحہ ضائع کئے بغیر بیعت 'سمع وطاعت' کی بنیاد پر آپ کی تنظیم کے ساتھ منسلک ہونا چاہتا ہوں' جس کے لیے نیاز مندی سے درخواست کرتا ہوں۔ اب صرف آپ کی طرف سے امر کا انتظار کروں گا۔ ملاقات کا انتہائی شوق ہے۔ آپ کی اجازت ہو تو حاضرِ خدمت ہو جاؤں۔ دین ہر حال میں میرے لیے مقدم ہوگا۔ (ان شاء اللہ) اس لیے آپ کا حکم جس حال میں بھی رہنے کو ہوگا اُسی پر بے چون و چرا عمل کروں گا' ان شاء اللہ۔ اصلاحِ نفس اور شہادت علی الناس کے آغاز اور ترتیب کے سلسلے میں آپ کے امر کا انتظار ہے۔

یہ حرف لکھتے وقت میرا حال کچھ اس طرح کا ہے۔

1۔ فرائض پر استقامت کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں' اگرچہ کبھی کبھار کاہلی بھی لاحق ہو جاتی ہے۔
2۔ قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کا معمول ہے' البتہ کوئی خاص مقدار متعین نہیں۔
3۔ صباحی مکتب میں روزانہ بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتا ہوں (اتوار کو چھٹی ہوتی ہے)۔
4۔ میں پیشے کے لحاظ سے میڈیکل فیلڈ سے وابستہ ایک گورنمنٹ ملازم ہوں اس لیے ذریعہ معاش تو حلال ہی ہے لیکن کبھی کبھار اپنی کاہلی سے حرام بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے' وہ یوں کہ ڈیوٹی میں کوتاہی ہوتی ہے۔
5۔ تفاسیر اور دینی کتب کا مطالعہ سست روی سے کرتا رہتا ہوں اور ساتھ ہی اپنے گاؤں میں ایک لائبریری بھی چلاتا ہوں۔
6۔ قلم کے ذریعہ سے دین کی اشاعت کا تھوڑا بہت کام بھی جاری ہے۔
7۔ یونیورسٹی آف کشمیر سے عربی میں B.A کر رہا ہوں۔ رواں سال ان شاء اللہ دوسرا سال ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب! میری عمر کے بتیس سال گزر گئے ہیں۔ اللہ معاف کرے' جو کرنا تھا وہ کیا نہیں' جس پر افسوس ہے۔ (دعا ہے میرے اللہ دین کے لیے مجھے قبول فرما)۔ میں نے برصغیر کے عصر حاضر کے کم و بیش ہر داعی کو پڑھا لیکن اگر کہیں مجھے تشفی ہوئی اور تسکین ملی تو وہ صرف آپ کی ذات با سعادت ہے۔ لہٰذا میں اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے رہا ہوں۔ اُمید ہے آپ شرفِ قبولیت سے نوازیں گے۔

السلام علیکم
طالب دُعا
محمد قاسم شاہ ولد محمد سبحان شاہ
سوپور' ضلع بارہ مولہ

☆ مرض کی آخری سٹیج میں، جبکہ مریض کو موت کا یقین ہو جائے، کیا توبہ قبول ہو جاتی ہے؟

☆ خط میں ''سلام مسنون'' لکھنا کیسا ہے؟

☆ کیا حروف مقطعات کو دیکھنے سے کام میں برکت ہوتی ہے؟ ☆ ایمان حقیقی کو جانچنے کی کسوٹی کیا ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: میں گزشتہ 35 سال سے اپنے خطوط میں مکتوب الیہ کو ''سلام مسنون'' تحریر کرتا رہا ہوں۔ غالباً مولانا مودودیؒ بھی اپنے بعض مکتوبات میں یہ تحریر کرتے تھے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو بھی یہی تحریر کرتا رہا لیکن انہوں نے یا کسی اور نے آج تک اس پر اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اب ایک محترم رفیق (ایک امیر حلقہ) نے توجہ دلائی ہے کہ ''تم نے مجھے سلام نہیں لکھا'' کیونکہ ''سلام مسنون'' سے سلام نہیں ہوتا۔'' اور یہ کہ ''یہ کوئی دعائیہ اور مسنون عمل نہیں ہے۔'' ...... میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ''سلام مسنون'' لکھنے سے سلام کا مقصد پورا ہو جاتا ہے البتہ بہتر ہے کہ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' تحریر کیا جائے...... ''سلام مسنون'' ہم کسی سے ملتے وقت نہیں کہتے بلکہ صرف لکھتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ''سلام'' ہو جاتا ہے۔ آپ اس سلسلہ میں رہنمائی کیجئے (قاضی عبدالقادر)

ج: ''سلام مسنون'' کوئی مسنون سلام نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے سلام کے جو الفاظ مروی ہیں، وہ ''السلام علیکم......'' ہیں۔ یہی الفاظ مسنون ہیں۔ ان کی پابندی کرنی چاہیے۔ ان الفاظ کے بجائے کسی اور لفظ سے سلام کرنا یا اس کو رواج دینا سنت کے اور اس طریقے کے، جو کہ مسلمانوں میں صحابہؓ کے دور سے لے کر آج تک رائج ہے، منافی ہے۔

آج اگر ''سلام مسنون'' کے الفاظ رائج ہوں تو کل ''جواب مسنون'' کی راہ کھلے گی۔ اور شارٹ کٹ مزید مختصر ہوتے ہوتے ''آداب'' اور بالآخر ''۷۸۶'' یا ایسے دوسرے اعداد میں منتقل ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے یہ امر دینی معاشرت کے خلاف ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

س: قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ڈاکٹر اسرار احمد کے درس قرآن میں قرآن حکیم سامنے رکھا ہوتا ہے جبکہ سامعین نسبتاً اونچی جگہ پر بیٹھے ہوتے ہیں، کیا ایسا کرنا بے ادبی نہیں ہے؟ (محمد سلیم)

ج: قرآن پاک کی درس و تدریس کے حوالے سے چند رعایتیں علماء کرام نے مرحمت فرمائی ہیں، جیسے قرآن پاک حفظ کرنے والے طالب علم کے لیے یہ رعایت ہے کہ بغیر وضو قرآن پاک کو چھو سکتا ہے۔ یعنی وضو نہ بھی ہو تو قرآن پڑھ سکتا ہے۔ ایسے ہی درس و تدریس کا معاملہ ہے۔ عوام کے بڑے مجمع کو درس دینا ہو، اپنی بات انہیں پہنچانی ہو تو ان آداب میں تھوڑی بہت نرمی کی جا سکتی ہے، شرط یہ ہے کہ حتی الوسع ان آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور کسی شخص کی نیت میں قرآن پاک کی توہین مقصود نہ ہو، ورنہ سخت گناہ ہے۔

س: کچھ لوگ حضرت علیؓ کو مولا علی کہتے ہیں، اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ (نصیر احمد خان)

ج: مولا تو آزاد شدہ غلام کو بھی کہا جاتا ہے اور مخلص دوست وغیرہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس پس منظر میں کہا جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن مجموعی طور پر اس کے سترہ معانی ہیں، جن میں سے ایک ''پروردگار'' اور ''آقا'' کے بھی ہیں۔ جب حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ مولا لگایا جاتا ہے تو ان حضرات کا تصور، مولا دوست کا نہیں ہوتا، بلکہ بالکل مختلف ہوتا ہے، یہی نہیں وہ انہیں مشکل کشا بھی کہتے ہیں، جو سراسر غلط ہے۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کا شکار ہیں۔ اگر یہ حضرات تھوڑا سا غور فرمائیں تو یہ حقیقت ان پر آشکار ہو جائے گی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی مشکل کشا نہیں ہے۔ حضرت علیؓ تو خود ساری عمر مشکلات میں گھرے رہے، بچپن میں کئی بیماریاں ان کو لاحق رہیں، ان کے دور خلافت میں مسلمان انتشار کا شکار رہے، خوارج سے جنگیں بھی ہوئیں، وہ حضرت امیر معاویہؓ سے برسرپیکار رہے۔ اگر مشکل کشا ہوتے تو یہ سارے مسائل حل کر لیتے۔ پس مولائے علی اور علی مشکل کشا کہنا درست نہیں۔ مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

س: موت کی ہچکی آنے سے قبل توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اگر کوئی مریض کینسر یا کسی اور بیماری کے باعث آخری سٹیج پر ہو اور اسے موت کا یقین ہو جائے تو کیا ایسی حالت میں بھی توبہ قبول ہو جائے گی؟ (ڈاکٹر محمد اسلم)

ج: حدیث رسول ﷺ میں جو الفاظ آئے ہیں ان کے مطابق توبہ کا دروازہ آخری وقت تک کھلا رہتا ہے، البتہ توبہ کا تعلق انسان کے گہرے قلبی احساس کے ساتھ ہے۔ اگر اس احساس کے ساتھ توبہ کی جائے تو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی، ورنہ انسان چاہے توبہ کی لمبی چوڑی تسبیحیں پڑھتا رہے، توبہ قبول نہیں ہوتی۔

س: حقیقی ایمان کو جانچنے کی کسوٹی کیا ہے؟ (عابد محمود)

ج: نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ جب کوئی برا کام کر کے دل میں رنج محسوس ہو کہ مجھ سے غلطی کا ارتکاب ہوا ہے اور نیکی کا کام کر کے خوشی محسوس ہو کہ اللہ کی توفیق سے میں نے یہ نیک کام کیا ہے تو یہ جان لو کہ تمہارے اندر ایمان ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اگر کسی انسان کا دل اس بات پر ٹھک جائے کہ اللہ میرا رب ہے، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام میرا دین ہے تو اس نے حقیقت میں ایمان کا مزا چکھ لیا۔ ان احادیث کی روشنی میں ہر شخص اپنے ایمان کا جائزہ لے سکتا ہے اور اس سے بہتر کوئی کسوٹی ممکن نہیں۔

س: اکثر گھروں اور دکانوں میں حروف مقطعات پر مشتمل خانوں کا ایک نقش فریم میں لگا ہوتا ہے جس کے نیچے عبارت درج ہوتی ہے: یہ لوح قرآن ہے۔ اس کو دیکھنے سے کام میں برکت ہوتی ہے۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (شیخ محمد عمر)

ج: قرآن پاک کے تمام الفاظ موجب خیر و برکت ہیں لیکن چند الفاظ کو نکال کر اس میں سے یہ مطلب نکالنا کہ ان سے برکت ہوگی، ہمارے نزدیک اس کی کوئی سند نہیں، ایسے کام اختراعات اور بدعات میں شامل ہیں۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

ابومصعب الزرقاوی کی شہادت

عراق میں امریکیوں سے نبرد آزما مجاہدین کے رہنما' ابومصعب الزرقاوی اپنے دشمنوں کے ہوائی حملوں میں شہید ہوگئے۔ وہ اپنوں کی نظر میں ایک مجاہد اور دشمنوں کی نظر میں دہشت گرد تھے۔ یہ مغربی خصوصاً یہودی ذرائع ابلاغ ہی کا کمال ہے کہ اس نے عام لوگوں کی نظروں میں ان افراد کو دہشت گرد بنادیا ہے جو اپنے ملک کی آزادی کی خاطر حملہ آوروں' قابضوں اور غاصبوں سے لڑ رہے ہیں۔ ماہرین کا کہنا کہ الزرقاوی کی شہادت کے بعد ان کے گروہ کی سربراہی ابوالمصری سنبھالیں گے جو شہید کے نائب تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ابومصعب کے بعد عراق میں بم حملوں کی تعداد میں کمی آتی ہے یا نہیں۔ امریکہ کا کہنا ہے کہ یہ حملے ابومصعب کروار ہا تھا مگر دیگر ماہرین کا کہنا ہے کہ اس خانہ جنگی میں امریکہ بھی ملوث ہے کیونکہ اب وہ عراق سے نہیں جانا چاہتا جہاں تیل کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔

فلسطینی ریفرنڈم

جب سے فلسطین میں حماس برسراقتدار آئی ہے' اسرائیل اور امریکہ کے ساتھ ساتھ الفتح کے رہنما اور فلسطینی صدر محمود عباس بھی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ وہ اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم کرلے۔ حماس کے رہنما مسلسل یہ قدم اٹھانے سے انکار کر رہے ہیں۔ تاہم اس بات پر فلسطینی صدر نے جولائی کے آخر میں ایک ریفرنڈم کرانے کا اعلان کردیا ہے۔ یہ ریفرنڈم جس دستاویز کی بنیاد پر کرایا جائے گا وہ اسرائیلی جیل میں قید فلسطینی قیدیوں نے تیار کی ہے۔ ریفرنڈم میں غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے میں آباد فلسطینیوں سے صرف یہ سوال پوچھا جائے گا: '' کیا آپ قیدیوں کی دستاویز سے اتفاق کرتے ہیں یا نہیں؟''

اس دستاویز میں فلسطینی قیدیوں نے اسرائیل سے مطالبہ کیا ہے کہ غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے پر فلسطینی ریاست قائم کردی جائے۔ (یادرہے کہ اسرائیل نے ان علاقوں پر 1967ء کی جنگ میں قبضہ کرلیا تھا)۔ بدلے میں فلسطینی اتھارٹی اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم کرلے گی۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ اسرائیلی حکومت نے اس دستاویز کو ماننے سے انکار کردیا ہے کیونکہ وہ مغربی کنارے کا بڑا حصہ اپنے پاس رکھنے کی خواہش مند ہے۔

حماس نے اس ریفرنڈم کو مسترد کرتے ہوئے محمود عباس پر زور دیا ہے کہ وہ مذاکرات کے ذریعے اختلافات دور کریں۔ یادرہے کہ حماس اور الفتح کے مابین کئی معاملات پر اختلاف ہے اور پچھلے چند مہینوں میں کئی بار دونوں کے حامی ایک دوسرے سے لڑتے لڑتے رہ گئے۔ حماس نے اعلان کیا ہے کہ اگر یہ ریفرنڈم ہوا تو اُس کے حامی اس کا بائیکاٹ کریں گے۔

گوانتانا موبے کی جیل میں قیدیوں کی خودکشی

امریکی فوج کی گوانتانا موبے جیل میں ہفتہ کے روز ایک یمنی اور دو سعودی باشندوں سمیت تین قیدیوں نے خودکشی کرلی۔ امریکی فوج کی جنوبی کمان کے سربراہ نے بتایا ہے کہ گوانتانا موبے کی جیل کے کیمپ نمبر ایک میں خودکشی کا یہ واقعہ ہوا ہے۔ تینوں قیدیوں کی بیک وقت خودکشی نے معاملے کو پراسرار بنا دیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے مطابق گوانتانا موبے میں اس سے پہلے بھی کئی قیدی امریکی فوج کے تشدد سے تنگ آکر خودکشی کی متعدد کوششیں کرچکے ہیں' البتہ جیل میں خودکشی کی کوشش کے کسی واقعہ میں پہلی مرتبہ اموات ہوئی ہیں۔ مبصرین کا خیال ہے کہ یہ اموات خودکشی کی بجائے امریکی فوج کے انسانیت سوز مظالم اور تشدد کا نتیجہ ہوسکتی ہیں۔

ترکی میں امریکہ مخالف مظاہرہ

ترکی کے شہر استنبول میں ایرانی قونصل خانے کے باہر مظاہرین نے ایران پر ممکنہ امریکی جارحیت کے خلاف نعرے بازی کی۔ مظاہرے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ مظاہرین کا موقف تھا کہ امریکہ افغانستان اور عراق میں مداخلت کے بعد اب ایران کے خلاف فوجی طاقت استعمال کرنے کے لیے منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ مظاہرین نے ترک حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایران پر حملے کی صورت میں ترکی امریکہ کو اپنی سرزمین بطور ملٹری بیس استعمال کرنے کی اجازت ہرگز نہ دے۔

طالبان کا احیا

مارچ 2001ء میں امریکی فوجیوں نے شمالی اتحاد کے ساتھ مل کر افغانستان پر طالبان کی حکومت ختم کردی تھی۔ اس کے بعد طالبان قیادت اور ان کے ساتھی پہاڑوں میں روپوش ہوگئے۔ لیکن اس برس ان کے اچانک نمودار ہونے سے سب کو حیرت ہوئی ہے۔ طالبان اب ایک نئے جذبے اور نئی قوت کے ساتھ ان لوگوں سے برسرپیکار ہیں جنہیں وہ حملہ آور سمجھتے ہیں۔

اس سال کے آخر تک زیادہ تر امریکی فوجی واپس چلے جائیں گے اور ان کی جگہ نیٹو کے فوجی لے لیں گے۔ طالبان کے کمانڈر ملا داد اللہ کا کہنا ہے کہ وہ نیٹو کا بھی پوری توانائی سے مقابلہ کریں گے۔ ملا داد اللہ کے مطابق اس وقت طالبان کی فوج تقریباً بیس ہزار فوجیوں پر مشتمل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جدید ترین اسلحے اور دیگر ساز وسامان سے لیس نیٹو فوج کا مقابلہ طالبان کیونکر کرتے ہیں۔

یادرہے کہ اس سال کے آغاز میں طالبان کے سپریم کمانڈر ملا عمر نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ ''اس سال افغانستان کی سرزمین حملہ آوروں اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خون سے رنگین ہوجائے گی۔ غاصبوں کو افغان مجاہدین کی طرف سے زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا''۔ اور واقعی آنے والے موسم گرما میں ملا عمر کی بات سچ ثابت ہوئی۔ طالبان نے اتحادی اور افغان فوج پر کئی حملے کیے جن میں 39 غیر ملکی فوجی مارے گئے۔ فی الوقت طالبان کی سرگرمیاں جاری ہیں اور ان میں کمی کے آثار نہیں۔ وہ خودکش حملے' چھاپہ مار کارروائیاں اور بم حملے کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کی سرگرمیاں جنوبی اور مشرقی افغانستان میں زیادہ جاری ہیں۔ طالبان کا زور ان سات افغانی اضلاع میں زیادہ ہے جن کی سرحدیں پاکستان سے ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ افغان حکومت بار بار پاکستان پر الزام لگا رہی ہے کہ طالبان کے احیا میں پاکستانیوں کا بھی ہاتھ ہے۔

ایران کا نیا اقدام

اخباری اطلاع کے مطابق ایرانی سائنس دانوں نے یورینیم کی افزودگی کے نئے مرحلے پر کام شروع کردیا ہے۔ یہ وہ اقدام ہے جس پر امریکہ اور اسرائیل چراغ پا ہیں اور ایران کو بھی سبق سکھانا چاہتے ہیں۔ ایرانی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ محض توانائی حاصل کرنے کی خاطر ایٹمی تحقیق کر رہا ہے مگر امریکہ کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں تیل کا چوتھا بڑا برآمد کنندہ ایٹم بم بنارہا ہے۔

اس وقت ایران اور امریکہ کے مابین آنکھ مچولی کا کھیل جاری ہے۔ امریکی کبھی نرم رویہ اپناتے ہیں' کبھی دھونس دھمکی دیتے ہیں۔ اسی طرح ایرانی کبھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کبھی یہ اشارہ دیتے ہیں کہ وہ مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ چند مہینوں میں فتح کسے حاصل ہوتی ہے۔ اگر ابومصعب کی شہادت کے بعد بھی عراق میں امریکی اور اتحادی افواج پر حملے جاری رہے' تو یقیناً امریکی ایران پر حملہ کرکے خود کو نئے جہنم میں دھکیلنا پسند نہیں کریں گے۔ دوسری صورت میں امریکہ ایران کو سبق سکھانا چاہے گا جسے وہ اور اسرائیل اپنا دشمن نمبر ایک سمجھتے ہیں۔

بقیہ: سٹیل ملز کی نجکاری

کبھی جاگیں گے یا نہیں یا ہر دور میں انہیں تھپکیاں دی جاتی رہیں گی اور یہ سوتے رہیں گے۔ فیصلے کا وقت پھر آنے والا ہے' عوام کو اس دفعہ پوری طرح آنکھیں کھول کر اور ماضی کی داستانوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ عوام کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کبھی حکمرانوں نے روٹی' کپڑا اور مکان کے نام پر عوام کو بہلا کر اپنے لیے ملک کے اندر اور باہر دولت کے انبار جمع کیے اور محلات بنائے اور کبھی قرض اتارو ملک سنوارو کا نعرہ لگا کر لوگوں کی ذاتی تجوریوں میں سے بھی ان ہی کے ہاتھوں مال نکلوا کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ یہ دونوں حکمران غریب اور مزدور دشمن تھے۔ لیکن کیا ہم تیسرے موجودہ حکمران کو بھی غریبوں کا دوست کہہ سکتے ہیں کہ جس کے دور میں آٹا' دال اور چینی جن کے بھاؤ آسمان سے باتیں کرتے ہیں' غریب کی قوت خرید سے ہی باہر نکل گئے اور غربت کے باعث خودکشیوں میں نمایاں اضافہ ہوا۔ دوسری طرف ہم بیرونی طاقتوں کے آگے سر جھکا کر بیٹھ گئے کہ چاہیں تو ہمارے سروں پر دست شفقت پھیر دیں ورنہ اُن کے پیروں میں ... ہیں ہی۔ انہیں چاٹ کر گزارہ کر لیں گے۔

... یسے کرسی چیز ہی ایسی ہے کہ اس پر بیٹھ کر انصاف ... م لینا بہت مشکل ہے' حالانکہ اس پر بیٹھنے والے کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ایک نگران اور قومی خزانے کا امین سمجھے۔ لیکن جب پرسش کا کوئی خوف ہی نہ ہو تو صورتحال یہی ہی ہوتی ہے جو پاکستان میں رہی ہے۔ ایک ہی چیز ایسی ہے جو کرسئ اقتدار پر بیٹھنے والے کو بدعنوانی و بددیانتی سے بچا سکتی ہے اور وہ ہے خوف خدا' آخرت میں حساب کتاب کا ڈر۔ مگر افسوس' ہمارے حکمران اس صفت سے عاری ہیں۔ ہمارا نظام خدائی اقتدار اعلیٰ کے تصور سے محروم ہے۔ یہ حکمران قوم کی مجموعی دینی گراوٹ اور انحطاط کے نتیجے میں ہم پر مسلط ہوئے ہیں۔ جو قوم اللہ کو ناراض کر دیتی ہے تو اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس پر بُرے حکمران مسلط کر دیتا ہے۔

یعنی اس بات کو اس طرح سمجھایا جا سکتا ہے کہ حکمرانوں کے برا ہونے میں ان کا قصور نہیں ہوتا۔ یہ ہمارے ہی اعمال ہوتے ہیں جو ان کو ہمارے حق میں برا بنا دیتے ہیں۔ یہ وقت جاگنے کا ہے۔ باطل نظام سے چھٹکارا پانے کے لیے جدوجہد کا ہے۔ تو ہے کوئی جو وقت کی آواز پر کان دھرے۔

آخر میں دعا ہے حضور ﷺ کے الفاظ ہیں:

''اے اللہ تعالیٰ ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دے جو وہ فی الحقیقت ہیں۔''

یا خدا

(ابتصار قادری)

مِلّت ہوئی ہے آپ سے شرمندہ یا خدا — باطل کی آج بن کے نُمائندہ یا خدا
مغرب کہ ہے نقاب برافگندہ یا خدا! — ابلیس محوِ رقص ہے درپردہ یا خدا
افسوس ہم اطاعتِ قرآں نہ کر سکے — اپنی انا کو دین پہ قُرباں نہ کر سکے
آپس میں ہم تو دست و گریباں ہی رہ گئے — حرص و ہوائے شوق میں غلطاں ہی رہ گئے
جو کچھ ہوا وہ اپنے گُنہہ کی سزا ہے بس — جو کچھ ہوا وہ اپنا کیا اور دھرا ہے بس
زیرِ زمیں سُرنگ لگائی تھی ایک روز — اب برسرِ زمیں ہے وہ مکار کینہ توز
گٹھ جوڑ ہے یہود و نصاریٰ کا برملا — غارت گرِ ضمیر ہے دونوں کی ہر ادا
اِک بار پھر عطا ہو وہ ایوبی بانکپن — ایماں کو دے وہ نوریٰ زنگی کا پیرہن
وہ آن بان شوکتِ ایمان بخش دے — اہل زمیں کو زندہ مُسلمان بخش دے
پھر شاتمینِ حق کو ہو دنداں شکن جواب — ناموسِ مصطفیٰ کے جیالے ہوں کامیاب

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 21

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

By Robert Fisk

Zarqawi's Death and Beyond

So, it's another "mission accomplished". The man immortalised by the Americans as the most dangerous terrorist since the last most dangerous terrorist, is killed by the Americans.

A Jordanian corner-boy who could not even lock and load a machine gun is blown up by the US air force — and Messrs Bush and Blair see fit to boast of his demise. How short are our memories.

"They seek him here, they seek him there.
"Those Frenchies seek him everywhere.
"Is he in heaven? Is he in hell,
"That demned elusive Pimpernel?"

Sir Percy Blakeney, of course, eluded the revolutionary French. But the Baroness Orczy — unlike Mr Bush — would scarcely have bothered with Abu Musab al-Zarqawi, the Jordanian thug whose dubious allegiance to Al Qaeda turned him into another 'Enemy Number One' for those who believe they are fighting the eternal "war on terror". For so short is our attention span — and Messrs Bush and Blair, of course, rely on this — we have already forgotten that our leaders' only interest in Zarqawi before the illegal 2003 Anglo-American invasion of Iraq was to propagate the lie that Osama bin Laden was in cahoots with Saddam Hussein.

Because al-Zarqawi met Osama bin Laden in 2002 and then took up residence in a squalid valley in northern Iraq — inside Kurdistan but well outside the control of both the Kurds and Saddam — messrs Bush and Blair concocted the fable that this "proved" the essential link between Saddam Hussein and the international crimes against humanity of September 11, 2001.

The date on which this fictitious alliance was proclaimed — since it is far more important, politically and historically, than the date of Zarqawi's death — was February 5, 2003. The location of the lie was the United Nations Security Council and the man who uttered it was Secretary of State Colin Powell. What a sigh of relief there must have been in Washington that Zarqawi was dead and not captured. He might have told the truth.

With an inevitability borne of the utterly false promise that the bloodbath in Iraq is yielding dividends, we were supposed to believe that the death of Zarqawi was a famous victory. The American press dusted off their favourite phrase: "terrorist mastermind". No one, I suspect, will be able to claim the 25 million dollars on his head — unless he was betrayed by his own hooded gunmen — but the American military, stained by the blood of Haditha, received a ritual pat on the back from the commander-in-chief.

They had got their man, the instigator of civil war, the flame of sectarian hatred, the head chopper who supposedly murdered Nicholas Berg. Maybe he was all these things. Or maybe not. But it will bring the war no nearer to its end not because of the inevitable Islamist rhetoric about the "thousand Zarqawis" who will take his place, but because individuals no longer control — if they ever did — the inferno of Iraq.

Osama bin Laden's death would not damage Al Qaeda now that he — like a nuclear scientist who has built an atom bomb — has created it. Zarqawi's demise — and only Al Qaeda's killers would have listened to him, not the ex-Iraqi army officers who run the real Iraqi insurgency — will not make an iota of difference to the slaughter in Mesopotamia.

Bush and Blair slyly admitted as much when they warned that the insurgency would continue. But this raised another question. Will the eventual departure of Bush and Blair provide an opportunity to end this hell-disaster?

Or have the results of their folly also taken on a life of their own, unstoppable by any political change in Washington or London?

Already we forget the way in which the same American army credited with Zarqawi's death has proved only a few weeks ago that he was a bumbling incompetent. The beast of Ramadi — or Fallujah or Baquba or wherever — had produced a video tape in which he fired a light machine-gun while promising victory to Islam. Days later, the Americans found the rough-cuts of the same video — in which Zarqawi could be seen pleading for help from his comrades after a bullet jammed in the breach of the weapon.

In prison in Jordan, back in the days when he was a mafiosi rather than a mahdi, Zarqawi would drape blankets around his bed, curtains that would conceal him from his fellow prisoners, a cave — a Bin Laden cave — from which he would emerge to stroke or strike the men in his cell. Possessive of his wife, he left her with so little money that she had to go out to work in his native Zarqa. When his mother died, Zarqawi sent no condolences.

Like bin Laden — the man of whom he was both beholden and intensely jealous — he had already transmogrified, undergone that essential transubstantiation of all violent men, from the personal to the immaterial, from the uncertainty of life to the certainty of death. Zarqawi's video tape was an act of extreme vanity that may have led to his death and he may have made it, subconsciously, to be his last message.

That the intelligent services of King Abdullah of Jordan — descendant of the monarch whom Winston Churchill plopped off to the Hashemite throne — might have located Zarqawi's "safe house" in Baquba was a suitably ironic historical act.

The man who believed in caliphates had struck at the kingdom — killing 60 innocents in three hotels — and the old colonial world had struck back. A king's anger will embrace a duke or two. Even an ex-jail bird. Which, in the end, is probably all that Zarqawi was. —(c) The Independent